عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

قیمت: ۱۰ روپے

جلد: ۳۴ | ۳ تا ۹ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ دسمبر ۲۰۱۵ء | شمارہ: ۴۷

تعلیم کے فروغ میں علمائے کرام کی ذمہ داریاں

خطباتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مختصر جھلک

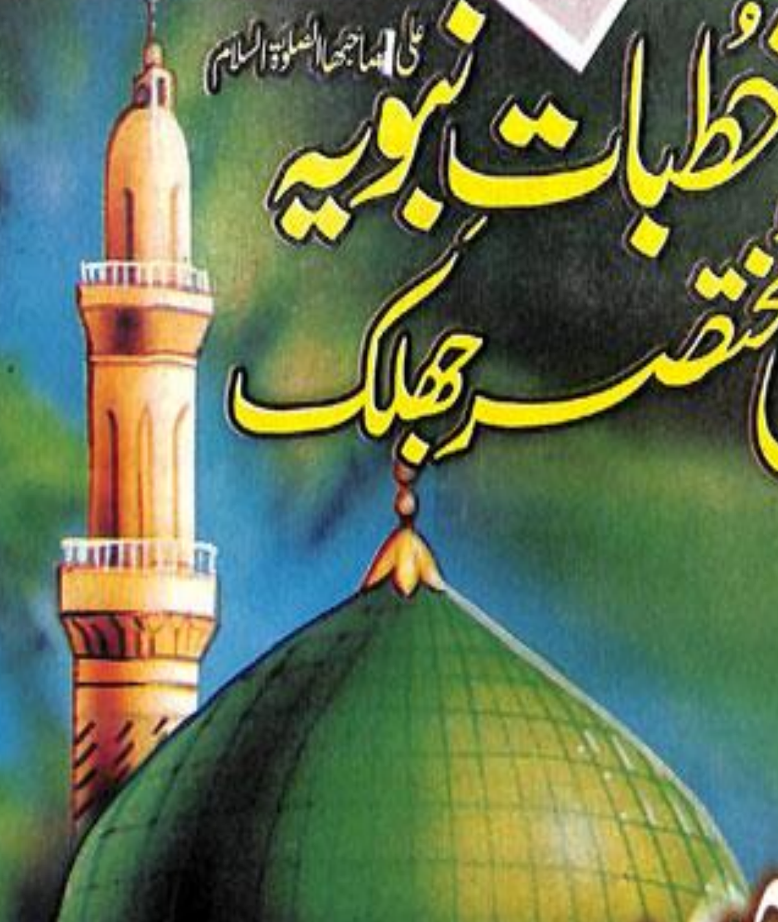

یثرب میں اسلام کی کرنیں

رزق کی قدردانی

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مرحوم شوہر کا قرض اس کے ترکہ سے وصول کرنا

س:......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے مرحوم شوہر کی جائیداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ میرے دو بیٹے ہیں، میرے شوہر کی پہلی بیوی سے بھی دو بیٹے ہیں اور پھر تیسری شادی انہوں نے ایک بیوہ سے کی جس کا ایک بیٹا بھی تھا، شادی کے بعد ایک بیٹی ہوئی، جب میری شادی ۱۹۸۱ء میں ہوئی تو میرے والد صاحب نے ایک سال بعد ۱۲۰ گز پر بنا ہوا مکان مجھے دے دیا۔ اس کے علاوہ شادی کے وقت بہت سا قیمتی سامان زیورات میں دس تولہ کی چوڑیاں، چار کڑے، آٹھ تولہ کا سیٹ، دو سیٹ چھوٹے، انگوٹھیاں، چین، ٹوپس وغیرہ دیئے۔ اس کے علاوہ میرا بینک بیلنس تقریباً ایک لاکھ روپے تھا۔ میرے شوہر وقتاً فوقتاً مجھ سے پیسے اور زیور لے کر خرچ کرتے رہے۔ ۲۰۰۳ء میں شوہر نے اپنے بڑے لڑکے کی شادی کی اور میرے گھر پر اوپر کی منزل پر تین کمرے اس کو تعمیر کر کے دیئے اور یہ تعمیر شوہر نے اپنے پیسوں سے کی۔ میری عمر اس وقت ۶۶ سال ہے، میں اپنا ذاتی سامان مستحق لوگوں میں تقسیم کرنا چاہتی ہوں اور مکان اپنے والدین کے نام صدقہ جاریہ کر کے باقی شریعت کے مطابق تقسیم کرنا چاہتی ہوں، مگر میں اپنے شوہر کی بیویوں اور ان کی اولاد کو کچھ بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

سائل: شمع پروین، کراچی

ج:......صورت مسؤلہ میں آپ کے مرحوم شوہر کی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو اور ان کی ملکیت میں موجود تمام اشیاء کو ۷۲ حصوں میں تقسیم کریں گے۔ جس میں سے ۹ حصے مرحوم کی موجودہ بیواؤں میں برابر تقسیم ہوں گے اور باقی کے ۶۳ حصے اس طرح تقسیم ہوں گے کہ مرحوم کے چاروں لڑکوں میں سے ہر ایک لڑکے کو ۱۴،۱۴ حصے اور مرحوم کی لڑکی کو ۷ حصے ملیں گے۔

آپ کے والد نے شادی کے موقع پر آپ کو جہیز میں یا بعد میں جو کچھ بھی دیا مثلاً زیور، کپڑا، سامان یا گھر وغیرہ وہ صرف اور صرف آپ کی ملکیت ہے، اس میں شرعاً کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے، ہاں آپ کے انتقال کے بعد یہ سب کچھ جو آپ کی ملکیت میں ہے صرف آپ کے دونوں بیٹوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔ آپ کے سوتیلے بیٹوں کو یا شوہر کی دوسری بیواؤں کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ باقی آپ کے مکان پر شوہر نے جو تعمیرات کی مد میں خرچ کیا تھا، آپ کو چاہئے کہ اتنی رقم آپ نکال کر شوہر کے تمام ورثاء میں مندرجہ بالا طریقے کے مطابق تقسیم کردیں۔ اس کے علاوہ زندگی میں شوہر نے جو پیسہ یا زیور آپ سے بطور قرض لیا تھا اور آپ نے قرض کی وضاحت کر کے انہیں دیا تھا یا آپ کا مہر ادا نہیں کیا تھا اور آپ نے معاف بھی نہیں کیا تھا تو اب آپ شوہر کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں سے وصول کر سکتی ہیں۔ ترکہ میں سے پہلے آپ کا یہ قرض ادا کیا جائے گا اس کے بعد باقی ترکہ کو شرعی طریقے کے مطابق تمام ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مرحوم کے ترکہ کی تقسیم

س:......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ان کے ورثاء میں ہم چھ بہنیں، ہماری والدہ اور ایک تایا اور ایک پھوپھی ہیں۔ والد صاحب نے اٹھائیس لاکھ کی رقم ترکے میں چھوڑی ہے۔ شریعت کے مطابق اس کو کس طرح تقسیم کریں؟

سائل: عزیز الرحمٰن، کراچی

ج:......سب سے پہلے مرحوم کے ترکہ میں سے تکفین وتدفین کے اخراجات نکالے جائیں، اس کے بعد اگر میت کے ذمہ کوئی قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے، پھر باقی ترکہ کو شریعت کے مطابق ایک سو چوالیس حصوں میں تقسیم کیا جائے، جس میں ۱۸ حصے بیوہ کے اور ۱۶،۱۶ حصے ہر ایک بیٹی کے اور ۳۰ حصے مرحوم کے بھائی کے اور ۱۰ حصے مرحوم کی بہن کو ملیں گے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۴ ۹ تا ۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ دسمبر ۲۰۱۵ء شمارہ:۴۷

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

جھوٹے نبیوں کی آمد کیوں؟	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
خطباتِ نبویہ کی مختصر جھلک	۷	مولانا گل نواز ایوبی
یثرب میں اسلام کی کرنیں	۱۰	مفتی محمد طیب معاویہ
تعلیم کے فروغ میں علمائے کرام کا کردار	۱۲	مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
رزق کی قدردانی	۱۶	مولانا رفیع الدین حنیف
حاجی اشتیاق احمد اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ	۱۸	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے تبلیغی دورے	۲۰	مولانا عبدالحکیم نعمانی
میرے والد گرامی!	۲۳	مولانا عبدالسلام، حیدرآباد
مرزائیت اور عدالتی فیصلے (۴)	۲۴	مولانا شاہ عالم گورکھپوری

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد اعجاز مصطفی

جھوٹے نبیوں کی آمد کیوں؟

آج کل لوگ کثرت سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جھوٹے نبی کیوں پیدا ہوئے؟ ان کی ابتدا کب ہوئی؟ کیا یہ امت کی کسی عملی کوتاہی کا نتیجہ ہے؟ کیا ان کی پیدائش کا سدِ باب ممکن نہیں؟ اگر ایسا کچھ ہو جاتا تو کیا امت ان کے شر سے محفوظ نہ ہو جاتی؟ اس کے جواب میں شہید ناموس رسالت حضرت اقدس مولانا سعید احمد جلال پوریؒ نے بہت ہی خوبصورت اور عمدہ مضمون تحریر فرمایا تھا، قارئین کی دلچسپی اور اس قسم کے سوالات کرنے والوں کی تشفی کے لئے قندِ مکرر کے طور پر بطور اداریہ نقل کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

اول:...... جھوٹے نبیوں کی آمد قربِ قیامت کی علامت ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خود پیشگوئی فرمائی تھی کہ: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، جیسا کہ ابوداؤد میں ہے:

”عن ثوبان رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔“ (ابوداؤد ص:۲۲۸ ج:۲، واللفظ لہ، ترمذی ص:۴۵ ج:۲)

ترجمہ: ”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے...... ان میں سے...... ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔“

جس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جھوٹے نبیوں کا پیدا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی صداقت کی دلیل ہے، اس لئے اگر خدانخواستہ یہ جھوٹے نبی نہ آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی جھوٹی ہوتی، اور اللہ کے نبی کی کوئی بات اور پیش گوئی جھوٹی نہیں ہو سکتی، لہٰذا یہ کہنا کہ: ”جھوٹے نبی کیوں پیدا ہوئے؟ اس حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی تکذیب کے مترادف ہے۔

دوم:...... جھوٹے نبیوں کے پیدا ہونے سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش گوئی فرمانا امورِ تکوینیہ میں سے ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ تکوینیات میں انسانی اختیار اور عمل کا کوئی دخل نہیں ہوتا، ان پر ایمان لانا اور اپنے دائرہ اختیار میں رہ کر اس سلسلہ کی مساعی بجالانا ہی ایک مسلمان کا فرض ہے، اور بس! اگر جھوٹے نبیوں کے سدِ باب کی کوئی شکل ہوتی یا ایسا ہوتا تو یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرما دیتے کہ جھوٹے نبیوں کی آمد اور پیدائش روکنے کے لئے فلاں فلاں عمل اپنایا جائے، مگر ذخیرۂ حدیث میں ایسا کچھ نہیں ملتا۔

سوم:...... جھوٹے مدعیانِ نبوت کی تاریخ کا مطالعہ فرمائیے! تو اندازہ ہوگا کہ ان میں سے بعض بدبختوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی دعویٰ نبوت کر دیا تھا، چنانچہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب ملعون نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے آخری دنوں میں یہ ڈھونگ رچا کر یمن اور یمامہ کے لوگوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

الف:...... سب سے پہلے اسود عنسی نے ارتداد کی راہ اپنا کر دعویٰ نبوت کیا تھا، جیسا کہ علامہ ذہبیؒ کی تاریخ اسلام میں ہے:

”عن الضحاک بن فیروز الدیلمیؒ عن ابیہ قال: اول ردۃ کانت فی الاسلام علی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ید عبھلۃ بن کعب وھو الاسود...... خرج بعد حجۃ الوداع......“ (تاریخ اسلام ذہبی ص:۱۵ ج:۳)

ترجمہ: ”ضحاک بن فیروز دیلمیؒ اپنے والد حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: اسلام میں سب سے پہلا ارتداد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا، وہ عبہلہ بن کعب کے ارتداد کی شکل میں صادر ہوا اور وہ اسود عنسی تھا...... جس کا خروج حجۃ الوداع کے بعد واقع ہوا......“

اس کی مزید تفصیلات متعدد کتب حدیث کے علاوہ مستند تواریخ میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں' تاہم اس سلسلہ میں علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ'' میں جو کچھ لکھا ہے' بحوالہ ''عہد نبوت کے ماہ و سال'' حسب ذیل ہے:

''اسی سال (۱۱ھ۔ ناقل) صفر میں اسود عنسی کذاب' جس کا ذکر سن دس ہجری کے ذیل میں گزر چکا ہے' حضرت فیروز رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا' فیروز رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کی مہم پر روانہ فرمایا تھا' فیروزؓ اس کے شہر صنعاء یمن میں پہنچ کر چھپ گئے' رات کے وقت اسود کے مکان کو نقب لگائی اور اسے قتل کر دیا' جبکہ اس کے دروازے پر ایک ہزار آدمی پہرہ دے رہے تھے۔ فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجی' مگر قاصد کے مدینہ پہنچنے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا' تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک دن رات قبل بذریعہ وحی اس کا علم ہو چکا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بتایا تھا کہ آج اسود عنسی قتل کر دیا گیا' اسے مبارک آدمی نے قتل کیا ہے' جو مبارک گھرانے کا ایک فرد ہے' عرض کیا گیا: وہ کون صاحب ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: وہ فیروز دیلمی ہیں' اس کے بعد فرمایا: ''فاز فیروز'' فیروز کامیاب ہوگیا۔ گازرنی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں کہ: ''اسود کے ظہور اور قتل کے مابین صرف چار ماہ کا عرصہ گزرا۔'' (بذل القوۃ ص:۳۰۵'۳۰۶' عہد نبوت کے ماہ و سال ص:۲۰۶'۲۰۷)

ب:...... جیسا کہ گزشتہ سطور سے معلوم ہو چکا ہے کہ اسود عنسی ملعون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں مرتد ہو کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا' جو دراصل اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کھلی بغاوت تھی' لہٰذا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے چین و مضطرب ہونا بالکل فطری تھا' کیونکہ اسود عنسی کا دعویٰ نبوت دراصل منصب نبوت و رسالت اور تاج ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کے مترادف تھا' جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی' قلبی اور شدید روحانی اذیت پہنچی تھی۔ جب حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کو کیفر کردار تک پہنچا کر آپ کی راحت رسانی کا انتظام کیا تو انہیں لسان نبوت سے: ''فاز فیروز'' ...... فیروز کامیاب ہوگیا ...... کی بشارت سے نوازا گیا۔

''عن ابن عمر قال اتی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخبر من السماء اللیلۃ التی قتل فیھا الاسود العنسی' فخرج علینا فقال: قتل الاسود البارحۃ قتلہ رجل مبارک من اھل بیت مبارکین' فقیل من ھو؟ قال: فیروز الدیلمی۔''
(کنزالعمال ص:۵۷۲ ج:۱۳' اتحاف السادۃ ص:۱۸۰ ج:۷)

ترجمہ:...... ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود عنسی کو قتل کیا گیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دے دی گئی تھی' آپؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: گزشتہ رات اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا' اس کو مبارک گھر والوں میں سے ایک مبارک شخص نے قتل کیا ہے' آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ فیروز دیلمی ہے۔''

چنانچہ ارباب علم و تحقیق اور اصحاب تاریخ و سیر نے لکھا ہے کہ اسود عنسی نے جب حجۃ الوداع کے بعد مرتد ہو کر دعویٰ نبوت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں موجود حضرات صحابہ کرامؓ کو اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف متوجہ کیا' چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے صفر ۱۱ھ کے آخر میں اس کے مکان میں نقب لگا کر اس کا کام تمام کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی اطلاع بھیج دی' ابھی تک حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کا قاصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہیں پہنچ پایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے' مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فیروز دیلمیؓ کے اس عظیم کارنامہ کی اطلاع کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حین حیات حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو: ''فاز فیروز'' کی سند و اعزاز سے نواز دیا۔

اس سلسلہ کی مزید تفصیلات کے لئے بلاذری کی فتوح البلدان' تاریخ طبری' تاریخ خلیفہ' علامہ ذہبیؒ کی تاریخ اسلام' ابن اثیرؒ کی کامل' ابن قتیبہ کی معارف' ابن خلکان کی وفیات الاعیان' زرکلی کی اعلام' ابن کثیر کی بدایہ والنہایہ اور ابن حجرؒ کی الاصابہ وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

چہارم:...... اسی طرح مسیلمہ کذاب نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں دعویٰ نبوت کیا تھا' اور اس نے آپ کو نہ صرف یہ کہ خط لکھا تھا' بلکہ وہ خود اس دعویٰ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر بھی ہوا تھا۔

مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر' نجد کے علاقہ یمامہ کا تھا' وہیں پیدا ہوا' پلا' بڑھا' جب اسلام کو غلبہ نصیب ہوا اور مکہ فتح ہوا اور بنو حنیفہ کا وفد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا

تو مسیلمہ بھی ساتھ آیا‘ مگر یہ بدبخت‘ خدمت نبویؐ میں حاضر نہیں ہوا‘ بلکہ مکہ مکرمہ سے باہر جہاں بنوحنیفہ کے وفد کا سامان اور سواریاں ٹھہرائی گئی تھیں‘ وہاں بیٹھا رہا۔

جب بنوحنیفہ کے وفد نے اسلام قبول کرلیا تو انہوں نے مسیلمہ کے بارہ میں بھی راہ نمائی چاہی‘ آپؐ نے بنوحنیفہ کے وفد کو جو کچھ تلقین فرمایا تھا‘ وہی کچھ مسیلمہ کے بارہ میں بھی ارشاد فرمایا۔ یہاں سے واپسی پر مسیلمہ کذاب نے یمامہ کے لوگوں کو کہنا شروع کردیا کہ نعوذ باللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی اپنی نبوت میں شریک کرلیا ہے اور میں بھی نبی ہوں‘ چنانچہ اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرکے نہ صرف یمامہ کے لوگوں کو گمراہ کیا‘ بلکہ اس ملعون و بدبخت نے سن دس ہجری کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں مضمون خط بھی لکھا:

’’من مسیلمة رسول اللّٰہ الی محمد رسول اللّٰہ‘ سلام علیک‘ اما بعد! فانی قد اشرکت فی الامر و ان لنا نصف الامر و لقریش نصف الامر‘ لکن قریش قوم یعتدون۔‘‘ (دلائل النبوۃ ص:۳۳۱ ج:۵)

ترجمہ:…… ’’یہ خط ہے مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام‘ بعد اس کے اللہ تعالیٰ نے تمہاری نبوت میں مجھے بھی شریک کردیا‘ اس لئے آدھی زمین تمہاری‘ آدھی میری (مل کر کھائیں گے)‘ لیکن قریش زیادتی کرتے ہیں (کہ مجھے اس میں شریک نہیں کرتے)۔‘‘

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی لکھا جس کے الفاظ تھے:

’’من محمد رسول اللّٰہ الیٰ مسیلمة الکذاب‘ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ‘ اما بعد! فان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ و العاقبة للمتقین۔‘‘ (دلائل النبوۃ ص:۳۳۱ ج:۵‘ کنزالعمال ص:۲۰۱ ج:۱۴‘ حدیث:۳۸۳۸۶)

ترجمہ:…… ’’محمد رسول اللہ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام‘ امابعد! زمین اللہ کی ہے‘ اللہ جس کو چاہتا ہے‘ اس کا وارث بنادیتا ہے‘ اور اچھا انجام متقیوں کے لئے ہے۔‘‘

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات میں اس شجرہ خبیثہ کی بیخ کنی کا موقع میسر نہیں آسکا‘ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں مسیلمہ کذاب کے اس فتنہ ارتداد کا قلع قمع کیا‘ اس موقع پر ۱۲سو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے جام شہادت نوش کیا‘ جبکہ مسیلمہ اپنے ۲۰ ہزار فوجیوں سمیت حدیقة الموت میں جہنم رسید ہوا اور اُسے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے ہی موت سے دوچار کیا۔ دیکھئے زرکلی کی اعلام‘ سیرۃ ابن ہشام‘ روض الانف‘ کامل ابن اثیر‘ بدایہ والنہایہ‘ شذرات الذہب‘ تاریخ خمیس اور بلاذری کی فتوح البلدان وغیرہ۔

پنجم:…… اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں نام بنام بھی اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے ظہور کی نشان دہی فرمائی ہے‘ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

’’عن ھمام انہ سمع ابا ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بینا انا نائم اُتیت بخزائن الارض فوضع فی کفی سواران من ذھب فکبرا علیّ فاوحی الیّ ان انفخھما فنفختھما فذھبا فاولتھا الکذابین الذین انا بینھما‘ صاحب الصنعاء و صاحب الیمامہ۔‘‘ (صحیح بخاری ص:۶۲۸ ج:۲ طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ:…… ’’حضرت ہمام بن منبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا‘ آپؓ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس دوران کہ میں نیند میں تھا‘ زمین کے خزانے مجھے دیئے گئے‘ پس میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے کنگن رکھے گئے‘ جب ان کا میرے ہاتھوں میں ہونا مجھے ناگوار گزرا تو…… خواب میں ہی…… بذریعہ وحی مجھے بتلایا گیا کہ میں ان کو پھونک مار کر اُڑادوں‘ پس میں نے انہیں پھونک مار کر اُڑایا تو وہ اُڑ گئے‘ پس میں نے اس کی تعبیر دی کہ اس سے مراد وہ دو جھوٹے ہیں‘ میں جن کے درمیان ہوں‘ ان میں سے ایک صاحب صنعا (اسود عنسی) اور دوسرا صاحب یمامہ (مسیلمہ کذاب) مراد ہے۔‘‘

یہی روایت کسی قدر الفاظ کے اختلاف کے ساتھ صحیح بخاری ص:۶۲۹ ج ۲ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں طلیحہ اسدی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا‘ جو اگرچہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا تھا۔ (اعلام زرکلی ص:۲۳۰ ج:۳)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

خطباتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مختصر جھلک!

مولانا گل نواز ایوبی

خطابت درحقیقت نبوت کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ فرعون کے دربار میں جا کر اُسے دعوت دیں تو آپ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں یوں دعا کی: ''میری زبان کی گرہ کھول کہ لوگ میری بات سمجھیں۔'' سید الانبیاء ﷺ کو اور صفات کی طرح بارگاہِ الٰہی سے یہ وصف بھی خاص عطا کیا گیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے تحدیث بالنعمت کے طور پر فرمایا:

''أنا أعربکم، أنا من قریش ولساني لسان بني سعد بن بکر۔''

(طبقات ابن سعد بحوالہ سیرۃ النبی)

تمام عرب میں دو قبیلے قریش اور بنو ہوازن فصاحت وبلاغت میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ قریش خود حضور ﷺ کا قبیلہ تھا اور بنو ہوازن کی شاخ بنو سعد میں آپ ﷺ نے پرورش پائی تھی۔

آپ ﷺ کا طرزِ خطاب اور جوش وجذبہ:

آپ ﷺ نہایت سادہ طریقے پر خطبہ دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی زمین پر، کبھی منبر پر، کبھی اونٹ پر، جس جگہ جیسا موقع پیش آیا خطبہ دے دیا۔ بسا اوقات موقع مناسبت سے آپ ﷺ کے خطبوں میں جذبہ وجوش بیان کا یہ حال ہوتا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ اور آواز نہایت بلند ہو جاتی تھی، گویا ایسا معلوم ہوتا کہ کسی فوج کو اُبھار رہے ہیں، جوشِ بیان میں جسدِ مبارک جھوم جاتا۔ آپ ﷺ کے اس انداز کی منظر کشی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں کی ہے:

''سمعتُ رسولَ اللّٰہ ﷺ علی المنبر یقول: یأخذ الجبار سمٰوٰتہ وأرضیہ بیدہٖ وقبض یدہ فجعل یقبضھا ویبسطھا، ثم یقول: أنا الملک، أین الجبارون؟ أین المتکبرون؟ قال: ویتمایل رسول اللّٰہ ﷺ عن یمینہ وعن شمالہ حتی نظرت إلی المنبر یتحرک أسفل شيء منہ حتی أني لأقول أساقط ھو برسول اللّٰہ'' (ابن ماجہ، باب ذکر البعث)

''میں نے حضور ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے سنا، فرما رہے تھے: خداوند صاحب جبروت زمین وآسمان کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا، پھر کہے گا: میں ہی بادشاہ ہوں، کہاں ہیں ظالم؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ (یہ بیان کرتے ہوئے) آپ ﷺ مٹھی بند کر لیتے تھے اور پھر کھول دیتے تھے۔ (ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دوران) آپ ﷺ کا جسم مبارک کبھی دائیں کبھی بائیں جھکتا تھا، یہاں تک کہ میں نے منبر کو دیکھا تو اس کا سب سے نچلا حصہ بھی اس قدر ہل رہا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ کو لے کر گر تو نہیں پڑے گا۔''

حضور ﷺ کے خطبات کی نوعیت اور فصاحت وبلاغت:

آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس بیک وقت زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط تھی۔ آپ ﷺ ایک طرف داعی مذہب تھے تو فاتح بھی تھے، امیر الجیش تھے تو قاضی بھی تھے، اسی وجہ سے آپ ﷺ کے خطبات بھی جدا جدا ہوتے تھے۔ بحیثیت داعی مذہب جو خطبہ دیتے تھے نہایت مدلّل ہوتا تھا اور بحیثیت جنگی کمانڈر کے جو خطبہ دیتے وہ نہایت جوشیلا اور برانگیختہ کرنے والا ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے تمام خطبات موقع محل کی مناسبت سے ہوتے تھے اور بلاغت کا بھی یہی اقتضاء ہے، چنانچہ غزوۂ حنین کے موقع پر جب آپ ﷺ نے مالِ غنیمت مؤلفۃ القلوب کو دیا تو بعض انصاری نوجوانوں کو افسوس ہوا۔ حضور ﷺ نے تمام انصار کو جمع کر کے ایسا خطبہ دیا کہ سارا مجمع پکار اُٹھا: ''رضینا رضینا۔'' وہی انصار جو چند لمحے قبل کبیدہ خاطر ہو رہے تھے، اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہوگئیں۔ خطبہ کے چند فقرے ملاحظہ فرمائیں:

''یا معشر الأنصار! ألم أجدکم ضلالاً فھداکم اللّٰہ بي؟ وکنتم متفرقین فألفکم اللّٰہ بي وعالۃ فأغناکم اللّٰہ بي أترضون أن یذھب الناس بالشاۃ والبعیر وتذھبون بالنبي إلی رحالکم فواللّٰہ لما تنقلبون بہ خیرٌ مما ینقلبون۔''

"اے گروہ انصار! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا؟ پس خدا نے میری وجہ سے تمہیں ہدایت دی۔ تم متفرق تھے، خدا نے میری وجہ سے تم کو آپس میں جمع کر دیا۔ تم محتاج تھے، خدا نے میری وجہ سے تم کو غنی کر دیا۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے گھر میں خود پیغمبر کو لے جاؤ۔ خدا کی قسم! تم لوگ جو لے کر واپس جاتے ہو، وہ اس سے بہتر ہے جس کو وہ لے جا رہے ہیں۔"

حضور ﷺ کا بحیثیت رسول سب سے پہلا خطاب:

"وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے تمام قریش کو جمع کر کے خطبہ دینا چاہا تو صفا پہاڑی پر چڑھ کر سب سے پہلے "یا صباحاہ!" کی زوردار صدا بلند کی، جسے سن کر تمام لوگ چونک اٹھے اور آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "بتاؤ! اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے ایک فوج نکلا چاہتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟۔ سب نے جواب دیا: اب تک آپ کی نسبت ہم کو کسی قسم کی دروغ گوئی کا تجربہ نہیں ہوا۔ جب آپ ﷺ نے یہ اقرار لے لیا تو فرمایا: "إِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ." "میں تمہیں ایک ایسے سخت عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے سامنے ہے۔"

حضور ﷺ کا فاتحانہ خطاب:

فتح مکہ کے موقع پر فاتحانہ حیثیت سے آپ ﷺ نے خطبۂ سلطنت خلافت الٰہی کے منصب سے ادا کیا، جس کا خطاب اہل مکہ سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا۔ چند فقرے ملاحظہ فرمائیں:

"لا إله إلا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ صدق وعدهٗ ونصر عبدهٗ، هزم الأحزاب وحدهٗ. ألا كل مأثرة أو دم أو مال يدعى فهو تحت قدمي هاتين إلا سدانة البيت وسقاية الحجاج يا معشر قريش! إن الله قد أذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظيمها بالآباء، الناس من آدم وآدم من تراب۔"

"ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں! تمام مفاخر، تمام انتقامات اور خون بہائے قدیم سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسبت کا انتخاب خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں۔"

آپ ﷺ کا مہتم بالشان خطبہ:

آپ ﷺ کا مہتم بالشان خطبہ وہی ہے جو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے آخری آنسو جو اپنی امت کے غم میں بہے، اسی میں جمع ہیں۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد خطبہ کا پہلا درد انگیز فقرہ یہ تھا:

"أيها الناس! اسمعوا فإني لا أدري لعلي لا ألقاكم بعد عامي هذا، في موقفي هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا۔"

"لوگو سنو! شاید میں اس سال کے بعد اس جگہ، اس مہینے میں اور اس شہر میں تم سے نہ مل سکوں۔"

بقول سید سلیمان ندویؒ "غالباً یہ سادہ سا جملہ تھا کہ یہ میری عمر کا آخری سال ہے، مگر انداز بیان نے اس مفہوم کو ایسا زوردار بنایا کہ اجتماع کی غرض و غایت سب کے سامنے آگئی، جسے سن کر سارا مجمع تڑپ کر رہ گیا۔" پھر اس کے بعد اصل پیغام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔ ہاں! عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے ساتھ۔"

عرب میں فساد کے دو بڑے اسباب ادائے سود اور مقتول کے انتقام کے بارے میں فرمایا:

"جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون) باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں، اور جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔"

خاتمہ تقریر کے بعد حضور ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ: "أنتم مسؤلون عني فما أنتم قائلون؟" "تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم کہیں گے کہ آپ ﷺ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر "اللّٰهم اشهد اللّٰهم اشهد اللّٰهم اشهد" بار بار اللہ کو پکارا کہ مخلوق خدا کے دل پگھل گئے، آنکھیں پانی بن گئیں اور روحیں انسانی جسموں کے اندر تڑپ کر الأمان! الغياث! کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔

خطباتِ نبوی ﷺ کی اثر انگیزی:

آپ ﷺ کے خطبات تاثیر اور رقت میں درحقیقت معجزۂ الٰہی تھے، پتھر سے پتھر دل بھی لمحوں میں موم ہو جاتے تھے۔ ایک صحابی حضور ﷺ کے ایسے ہی خطبہ کی منظر کشی یوں کرتے ہیں:

"وعظنا رسول اللّٰہ ﷺ یوماً بعد صلوۃ الغداۃ موعظۃً بلیغۃً ذرفت منھا العیون وجلت منھا القلوب۔"

(ترمذی، ابوداود، بحوالہ سیرۃ النبی)

"صبح کی نماز کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک دن ایسا مؤثر وعظ کہا کہ آنکھیں اشک ریز ہوگئیں اور دل کانپ اٹھا۔"

ایک اور مجلس وعظ کے تأثر کی کیفیت حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

"قام رسول اللّٰہ ﷺ خطیبًا تذکر فتنۃ القبر التی یفتن بھا المرء فلما ذکر ذلک ضجّ المسلمون ضجۃً۔"

(بخاری بحوالہ سیرۃ النبی)

"آنحضرت ﷺ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اس میں فتنۂ قبر کو بیان کیا جس میں انسان کی آزمائش کی جائے گی، جب یہ بیان کیا تو مسلمان چیخ اٹھے۔"

کتب احادیث وسیرۃ میں خطباتِ رسول ﷺ محفوظ ہیں۔ ان خطبات کو آپ ﷺ نے اس وقت کی انسانیت پر پیش کیا جس کی بدولت:

"خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے"

آج بھی ضرورت اسی بات کی ہے کہ خطبات نبوی کی روشنی میں انفرادی واجتماعی وعالمی سطح پر انسان کو شعور دے کر انسانیت کو ترقی کی معراج پر لے چلیں۔

☆☆............☆☆

اشعارِ ختم نبوت

انتخاب: مولانا ڈاکٹر محمد الیاس فیصل، مدینہ منورہ

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

(علامہ اقبالؒ)

سیّد الانبیاء خاتم المرسلیں
لطف رب العلیٰ رحمۃ للعالمین
سرور اصفیا شافع المذنبین
احمد مصطفیٰ، شاہ دنیا و دیں
اے حبیب خدا روز و شب صبح و شام
تجھ پہ لاکھوں درود اور لاکھوں سلام

(مفتی جمیل احمد تھانویؒ)

ہم پہ ہو تیری رحمت جم جم صلی اللہ علیہ وسلم
تیری جلالت پرچم پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
تیری رسالت عالم عالم تیری نبوت خاتم خاتم
تیرے ثنا خواں عالم عالم صلی اللہ علیہ وسلم

(محمد عبداللہ کاشمیری)

جانتا ہوں ملتِ اسلام کے غدار کو
کون ہے جو کاذب اور بدنام سے واقف نہیں
کام طاغوتی ہیں جس کے احمدی کے نام پر
وہ بیچارہ وحی اور الہام سے واقف نہیں
جو بہشتی مقبرے کے شوق میں گم راہ ہوئے
جنت الفردوس کے انعام سے واقف نہیں

(مفتی رضاء الحق)

یثرب میں اسلام کی کرنیں!

مفتی محمد طیب معاویہ

چالیس برس تک عرب کے ہر دانشور کی آنکھ میں امید کی کرن بن کر چمکنے والا ''محمد''، صدیوں سے جاری قبائلی جنگوں کو ''حلف الفضول'' کے ذریعہ ختم کرنے والا صلح جو ''محمد''، حجر اسود کی تنصیب کا فیصلہ کرنے والا، فہم وفراست کا مالک، عدل کا علمبردار ''محمد''، ''رسول اللّٰہ'' بنتے ہی اُنہی آنکھوں میں کھٹکنے لگتا ہے جن کے لئے یہ بھی امید کی کرن تھا۔ صلح کرانے والا خود دشمنوں کی زد میں آجاتا ہے، عدل وانصاف کرنے والا عدالت کا خواستگار نظر آتا ہے، اپنے بیگانگی کی حدیں پار کر جاتے ہیں۔

مدینہ منورہ ابھی یثرب تھا، کھجوروں کی یہ سرزمین ازل سے ہی نبی آخر الزماں ﷺ کے لئے تیار کی گئی تھی۔ یمن کے ایک بادشاہ نے یہاں پر اللہ کے آخری نبی کے لئے گھر بھی تیار کر رکھا تھا۔ اس بستی کے ارد گرد یہودیوں کے کئی خاندان صرف اس وجہ سے آباد ہو گئے تھے کہ اپنے نجات دہندہ، اللہ کے آخری نبی ﷺ کا استقبال کریں گے۔ یہاں یہودیوں کے علاوہ بت پرست مشرکوں کے بھی دو بڑے خاندان آباد تھے: خزرج اور اُوس۔ ان دونوں قبائل کے درمیان صدیوں پرانی مخاصمت اب تک جاری تھی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جنگ کی نوبت آجاتی، یہ سلسلہ یوں ہی جاری تھا کہ اس شہر پر ٹھنڈی روشن کرنیں پڑنا شروع ہوئیں اور پھر وبائی بیماریوں کی یہ آماجگاہ دُھلنا شروع ہوئی۔ اول اول یہاں سے شرک رخصت ہوا، پھر بیماریاں اور وبائیں بھاگیں۔ بالآخر زمین کے اس خطہ میں جنت اتری اور یثرب مدینہ بن گیا۔

نبوت کا گیارہواں سال شروع ہو چکا تھا، عرب قبائل کے سرداروں اور اشرافیہ نے جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا کوئی خاص اثر قبول نہ کیا تو دعوت کا رُخ ایک مرتبہ پھر افراد کی جانب پھر گیا۔ اب دعوتی سرگرمیوں کا محور وہ افراد ہوتے جو حج، عمرہ یا کسی اور مقصد کے لئے مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے، اُنہی دنوں یثرب کا ایک ''کامل'' مکہ آیا، اونچے خاندان، ذی وجاہت شکل و صورت اور شاعرانہ مہارت رکھنے والے اس شخص کو ''کامل'' کہا جاتا تھا، اس کا نام ''سوید بن الصامت'' تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے دعوت دی تو وہ کہنے لگا: تمہارے پاس بھی شاید ویسی ہی کتاب ہے جو میرے پاس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس کیا ہے؟ سوید نے کہا: لقمان کی حکمتیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ذرا مجھے سناؤ۔ سوید نے کچھ پڑھ کے سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عمدہ کلام ہے مگر جو میرے پاس ہے وہ اس سے بھی افضل ہے، اُسے تو اللہ نے مجھ پر اتارا ہے، وہ ہدایت اور روشنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے تلاوت سنائی اور اسلام کی دعوت دُہرائی۔

سوید یہیں مسلمان ہوا اور اسلام کی دولت لے کر یثرب لوٹا، مدینہ کا یہ پہلا باشندہ تھا جو اسلامی نور سے اپنے من کو منور کر کے آیا تھا، مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی اور چند ہی دنوں میں اوس و خزرج کے درمیان ہونے والی ایک لڑائی میں قتل ہوا۔ غالباً یہی لڑائی تھی کہ یثرب سے اوس نے اپنا ایک وفد مکہ بھیجا کہ قریش سے معاونت حاصل کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ ان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کے ساتھ مجلس ہوئی، رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں کہا: ''تم جو حاصل کرنا چاہتے ہو میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے''۔ وہ حیرانگی سے پوچھنے لگے: وہ کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں، مجھے اس نے بندوں کی طرف بھیجا ہے کہ انہیں اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ نے مجھ پر کتاب بھی اتاری ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں قرآن پڑھ کر سنایا تو وفد میں موجود ایک جوان ''ایاس بن معاذ'' کہنے لگا: ''اے میری قوم! اللہ کی قسم! یہ اس سے بہتر ہے جو تم حاصل کرنا چاہتے ہو۔'' وفد میں شریک ایک شخص ابوالحیسر انس بن رافع نے کہا: ''خاموش ہو جاؤ، ہم اس لئے نہیں آئے''۔ رسول اللہ ﷺ یہ حالات دیکھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ یثربی وفد کا بھی قریشیوں سے معاہدہ طے نہ ہو پایا،

یہ لوگ اپنے علاقہ میں واپس لوٹے، کچھ ہی دنوں میں ایاس کا بھی وقت اجل آ گیا، مرتے ہوئے اس کی زبان پر یہ مبارک کلمات جاری ہوئے: لا إلٰه إلا اللّٰه، اللّٰه أكبر، سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه۔

سویدؓ اور ایاسؓ کے اسلام کی وجہ سے اگرچہ یثرب میں تبلیغ تو شروع نہ ہوسکی، مگر نبی آخرالزماں ﷺ کے بارے میں لوگوں کے اندر کچھ تجسس ضرور پیدا ہوا، چنانچہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر ابوذر غفاری ؓ کے کانوں میں بھی یہ خبر پہنچی۔ انہوں نے پہلے اپنے بھائی کو حالات معلوم کرنے کے لئے مکہ بھیجا، واپس آ کر انہوں نے کہا: ”اللہ کی قسم میں نے تو اُسے ایسا پایا ہے کہ وہ خیر کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے“۔ حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں کہ اس کی اس خبر سے میری تشفی نہیں ہوئی، چنانچہ میں خود مکہ پہنچ گیا۔ حضرت علی ؓ کے ذریعہ حضور ﷺ کے دربار میں حاضری ہوئی تو میں نے عرض کیا: مجھے اسلام کے بارے میں بتلایئے! آپ ﷺ نے تشریح کی تو میں اسی جگہ بیٹھے بیٹھے مسلمان ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرو، اپنے علاقہ میں لوٹ جاؤ، جب میرے غلبہ کی خبر تم تک پہنچے تو میرے ہاں آ جانا۔

نبوت کے گیارہویں سال کا آخر ہے، ذوالحجہ کا مہینہ ہے، ۶۲۰ عیسوی کے جولائی کے گرم دن ہیں، مکہ کے باہر کے لوگوں میں سے صرف چند ہی ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے، مگر کسی علاقہ میں اسلام کی مکمل تبلیغ ابھی تک شروع نہیں ہو پائی۔ رسول اللہ ﷺ مکہ میں آنے والے افراد سے خفیہ ملاقاتیں جاری رکھے ہوئے ہیں، حج کے دوران راتوں کے اندھیروں اور تنہائیوں میں دعوت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حج ہو چکا ہے، لوگ منیٰ میں قیام پذیر ہیں، رسول اللہ ﷺ کا رات کے وقت منیٰ کی ایک گھاٹی سے گزر ہوتا ہے، کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اللہ کا آخری پیغمبر ﷺ ایک آس لئے ان کی جانب قدم اٹھاتا ہے، دیکھا تو یثرب کے چھ جوان موجود ہیں، جن کا تعلق خزرج نامی قبیلہ سے ہے، کھڑے کھڑے تعارف ہوا، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم کون ہو؟ یثربی جوانوں نے کہا: ہم خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں کے پڑوسی؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ دیر بیٹھیں گے کہ میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں؟ یثربی جوانوں نے کہا: کیوں نہیں۔

یثربی جوان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے انہیں قرآن پاک سنایا، اللہ کا تعارف کرایا اور اسلام کی دعوت دی، ان کی خوش قسمتی تھی کہ یہ یہودیوں کی دھمکیاں سن چکے تھے۔ جب بھی یہود کی ان کے ساتھ لڑائی ہوتی تو وہ انہیں ڈرایا کرتے تھے کہ اللہ کے آخری نبی ﷺ آنے والے ہیں، ہم ان کے ساتھ مل کر تمہارا ایسا قتل عام کریں گے کہ قوم عاد کی طرح تمہارا نشان تک مٹ جائے گا۔ یہود کی یہی دھمکیاں ان یثربی جوانوں کی سعادت کا ذریعہ بنیں، چنانچہ ان جوانوں نے آپس میں سرگوشی کی، کہنے لگے: ”تم پہچان چکے ہو کہ یہ وہی رسول ہیں جن سے یہود تمہیں ڈراتے تھے، دھیان رکھو! کہیں یہود اس نیکی میں تم سے آگے نہ بڑھ جائیں“۔

سرگوشی کے بعد ان سب جوانوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو باقاعدہ طور پر قبول کر لیا اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل تیار ہونے لگا، یثرب میں اوس اور خزرج کے درمیان خونریز جنگ کچھ ہی دن پہلے ختم ہوئی تھی، کشیدگی ابھی باقی تھی، اسی تناظر میں ان یثربی جوانوں نے کہا کہ ہماری ایک قوم سے دشمنی چلی آرہی ہے، ہم حالت جنگ میں ہیں، ہم واپس جا کر ان سب کو آپ کے دین کی طرف بلائیں گے، ان کے سامنے قرآن پیش کریں گے، امید ہے کہ آپ کے ذریعے اللہ آپس کے ان دشمنوں کو اکٹھا کردیں گے، اگر ایسا ہوگیا تو پھر پورے عرب میں آپ سے بڑا معزز کوئی نہیں ہوگا، آئندہ سال کی ملاقات کے وعدہ پر یہ لوگ یثرب کی طرف لوٹے۔

یہی واقعہ تھا جو اسلام کی عظمت کا عنوان بنا، ہجرت نبوی کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور یہی جوان تھے جن کی برکت سے یثرب ”مدینہ“ بنا، اور رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ تشریف لائے۔ ان چھ قدسی صفت جوانوں کے نام یہ ہیں: ۱:......اسعد بن زرارۃ ؓ۔ ۲:......عوف بن الحارث ؓ۔ ۳:...... رافع بن مالک ؓ۔ ۴:......قطبہ بن عامر ؓ۔ ۵:......عقبہ بن عامر ؓ۔ ۶:......جابر بن عبداللہ ؓ۔

اے کاش! آج کے نوجوان بھی ان چھ جوانوں کے نقش قدم پر چل پڑیں تو آج بھی دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ کل اللہ کا پیغمبر موجود تھا، صرف چھ جوانوں نے ہمت کی تو چند ہی سالوں میں انسانیت ”جہالت“ سے نکل کر دور علم میں داخل ہوئی۔ آج بھی اسی پیغمبر کا دین، قرآن اور سنت موجود ہیں، اب بھی ایسا ہوسکتا ہے کہ نوجوان وہی جذبہ لئے اٹھ کھڑا ہو تو سسکتی انسانیت جو علم و ترقی کے نام پر جہالت ثانیہ کے دلدل میں دھنستی جارہی ہے، ایک بار پھر حقیقی علم و ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوسکتی ہے۔

☆☆......☆☆

تعلیم کے فروغ میں علماء کرام کی ذمہ داریاں

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

اسلام میں تعلیم کی اہمیت:

تعلیم سیکھنے، سکھانے اور علم کو منتقل کرنے کا عمل ہے، قرآن میں متعدد مقامات پر مختلف پیرایوں میں تعلیم کا تذکرہ آیا ہے، کہیں ''اقـــرأ'' کے لفظ سے اس عظیم منصب کو بیان کیا گیا اور کہیں ''عَلَّمَ ، یعلم ، یعلمون ''جیسے لفظوں سے دُہرایا گیا۔ احادیث مبارکہ میں بھی اس کا تذکرہ بے شمار مقامات پر موجود ہے، ذخیرۂ احادیث میں'' کتاب العلم ''کے عنوان سے حدیث کی ہر کتاب میں علم کی فضیلت، تحصیل علم کے فضائل اور ترغیبات کا بیان موجود ہے۔

تعلیم (سکھانا) منصب الٰہی ہے، جو آغاز انسانیت سے ہی شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم عطا کر کے فرشتوں پر افضلیت اور فوقیت واضح کرنے کے ساتھ ساتھ انسانیت اور علم کو لازم وملزوم قرار دیا۔ جب تک آسمانی وحی کا سلسلہ قائم رہا، تعلیم کا سلسلہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان، پھر انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے عام سماج میں بھی قائم رہا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی ہی ''اقـرأ''(پڑھئے) کا حکم لے کر اتری۔ چھ سو سال کے طویل وقفے کے بعد بھٹکی انسانیت کے لئے خدا کے نئے پیغام کا آغاز کلمۂ ''اقـــرأ'' کے ساتھ ہوا، یہ پہلی وحی واضح اشارہ تھی کہ کائنات میں ہر سو ہر نوع کی پھیلی ہوئی ظلمتوں سے نجات کا ذریعہ نورِ علم ہی ہوسکتا ہے۔'' اِقْـرَأْ بِـاسْـمِ رَبِّکَ الَّـذِیْ خَـلَـقَ۔'' (العلق: ۱) ترجمہ:''اے پیغمبر! آپ (قرآن) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا۔''

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ (ابراھیم: ۱)

ترجمہ:''یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے، تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف یعنی ذات غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں۔''

اسی نورِ علم کے ذریعہ انسانیت کی تکمیل اور تشکیل ممکن ہوگی، چنانچہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی وترجیحی ذمہ داریوں میں ترویج علم اور تعلیم کی ذمہ داری شامل تھی۔

عن عبد اللہ بن عمروؓ قال: خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات یوم من بعض حجرۃ فدخل المسجد ، فإذا ھو بحلقتین: إحداھما یقرؤون القرآن ویدعون اللّٰہ ، والأخری یتعلمون ویعلمون، فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم : ''کل علی خیر ، ھؤلاء یقرؤون القرآن ویدعون اللّٰہ فإن شاء أعطاھم وإن شاء منعھم، وھؤلاء یتعلمون ویعلمون، وإنما بعثت معلما، فجلس معھم۔'' (سنن ابن ماجۃ، کتاب العلم، باب فی فضل من تعلم القرآن وعلمہ، رقم الحدیث: ۲۲۹، ج: ۱،ص: ۱۵۵ ، ط:مکتبۃ أبی المعاطی)

تعلیم کا مقصد:

جب تعلیم کے موضوع پر بات ہو تو تعلیم وتعلم کا بنیادی مقصد بھی سامنے رہنا چاہئے، اس لئے کہ ہر شئے اپنے مقصد اور غرض کی بنا پر عظیم اور برتر سمجھی جاتی ہے۔ تعلیم وتعلم کا مقصد بھی اپنی غرض وغایت کی بنا پر اہمیت وعظمت کا حامل ہے۔ تعلیم کے بنیادی مقاصد چار ہیں: ۱- خداشناسی، ۲- نفس دانی، ۳- ناخواندگی کو خواندگی میں تبدیل کرنا، ۴- معاشرتی ضرورتوں سے آگاہی اور اس کے لئے منصوبہ بندی کرنا۔

علم کا حقیقی مصداق، حکم اور قدیم وجدید کی تفریق:

علم کا حقیقی مصداق وحی الٰہی کا علم ہے۔ عرفی استعمال میں علم ''مطلق دانست و آگاہی'' کو کہتے ہیں۔ حلال وحرام، طہارت ونجاست اور فرائض کا علم فرض عین ہے، جب کہ دین کی تفصیلات کا بقدر استطاعت علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ دیگر علوم اپنی ضرورت کے اعتبار سے واجب یا مستحب ہیں، بلکہ بعض علوم حرام بھی ہیں، جیسے: علم سحر، علم رمل، علم نجوم، وغیرہ۔ علوم میں قدیم وجدید کی تفریق کرنا درست نہیں بلکہ یہ سب ایک دوسرے کی ضرورت ہیں، البتہ اس بات کا احساس اور اعتراف بھی کیا جانا چاہئے کہ انسانی زندگی مختلف شعبوں میں تقسیم ہے، رجالِ کار کے درمیان تقسیم کار کے قدرتی فارمولے

کے پیش نظر زندگی کے تمام شعبوں کے لوگ ایک دوسرے کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ "نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا۔" (الزخرف:۳۲)

ترجمہ: "دنیاوی زندگی میں ان کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے، تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے۔"

معاشرے کے لئے علماء دین کی ضرورت، ان کا کردار اور حیثیت:

علمائے کرام' انبیائے کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ علمائے کرام کے بغیر اسلامی معاشرہ اپنے رب اور اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا۔ علمائے کرام کی اسی اہمیت کے پیش نظر ان کی آواز کو اسلامی معاشرہ کی سب سے مؤثر آواز سمجھا جاتا ہے۔ مسلمان سب سے زیادہ اپنے علمائے کرام کی بات مانتے ہیں، کیوں کہ اُمت میں ان کی حیثیت وہی ہے جو اپنے زمانہ میں انبیائے علیہم السلام کی تھی، البتہ انبیاء علیہم السلام صاحب وحی وشارع تھے، جب کہ علمائے کرام شارح وحی ہیں۔

"عن أبي الدرداءؓ قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن العلماء ورثة الأنبياء۔" (مشكاة المصابيح، ص: ۳۲، ط: قديمي)

نئے ہجری سال کے حوالے سے علما کی ذمہ داریاں:

فروغ علم اور ترویج تعلیم انسانی معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے، اس ضرورت کی بجا آوری حاکم وقت سے رعایا کے ادنیٰ فرد تک ہر ایک کی ذمہ داری ہے، ہر ایک کا اپنی اپنی حیثیت اور دائرۂ عمل میں اس کے لئے محنت وکوشش کرنا' معاشرتی ضرورت اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔

"عن عبدالله بن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته، فالإمام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على أهل بيته وهو مسئول عن رعيته، والمرأة راعية على بيت زوجها وولدها وهي مسئولة عنهم۔" (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة، الفصل الاول، ص: ۳۲۰، ط: قديمي)

علمائے کرام چونکہ معاشرے کی مؤثر آواز کے حامل ہیں، اس لئے اس حوالے سے ان کی ذمہ داری بطور خاص قابل ذکر ہے۔ علمائے کرام کی چند اہم ذمہ داریاں درج ذیل ہیں:

پہلی ذمہ داری: فکری ذہن سازی:

علمائے دین جس دینی شعبے سے وابستہ ہوں، وہ اپنے فورم سے عوام میں شعور وآگاہی کو موضوع بنائیں۔ تعلیم کی اہمیت، فروغ علم کی ضرورت، اس کے فوائد وثمرات اور جہالت وتعلیم سے دوری کے نقصانات سے آگاہی کو مشن بنائیں۔ نیز جدید وقدیم، عصری ودینی علوم کی تفریق پر مبنی نظریات کی حدود وقیود بیان کی جائیں، مثلاً: مسلمان بحیثیت انسان انسانی معاشرے کا فرد ہے، مسلمان رہتے ہوئے وہ معاشرتی ضروریات پر مشتمل عصری تقاضوں اور ان تقاضوں تک رسائی دینے والے علوم ووسائل سے مستغنی نہیں رہ سکتا، اس لئے علمائے دین کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرہ میں قائم اس تفریقی سوچ کی اصلاح کرتے ہوئے دینی وعصری علوم کے تقابل کو تلازم باور کرائیں اور ہر ایک طبقہ کی اپنی جگہ ضرورت کا جائز مقام سمجھائیں، کیوں کہ مسلمان معاشرے کے لئے جس طرح ایک اچھے عالم دین کا ہونا ناگزیر ہے، اسی طرح ماہر ڈاکٹر وانجینئر، باکردار افسر اور امانت دار اور دیانت دار تاجر، صنعت کار اور سرمایہ کار بھی اس معاشرہ کی ضرورت ہیں۔ تعلیمی میدان میں قدم رکھے بغیر کارگاہ عالم کے یہ مختلف ستون کیسے میسر آئیں گے؟

دوسری ذمہ داری: فروغ علم کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور مشکلات کی تشخیص وآگاہی:

فروغ علم کی راہ میں رکاوٹوں اور مشکلات کا تعلق چار جہتی ہوسکتا ہے:

۱- والدین کی غفلت ولاپرواہی:

بچوں کی علمی محرومی کا بنیادی سبب والدین کی غفلت اور لاپرواہی ہے۔ والدین کو بتانا ہوگا کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی نہ صرف ایک نعمت بلکہ امانت بھی ہے، اس امانت کے تقاضے پورے کرنا اور حقوق ادا کرنا والدین پر شرعاً فرض ہے، کیوں کہ والدین پر بچوں کے تین بنیادی حقوق ہیں:

۱:...... بہترین نام رکھنا، ۲:......اچھی تعلیم وتربیت کرنا، ۳:...... مناسب جگہ شادی کرنا۔ (ملاحظہ فرمائیے: تحفة المودود باحكام المولود، امام ابن قيم الجوزيةؒ، ص: ۱۲۲-۱۲۳، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، نیز اسلام اور تربیت اولاد از مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ، ط: دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی)۔

والدین کو ادراک کرایا جائے کہ اولاد کی نعمت سے مطلوبہ فوائد' تعلیم وتربیت کے بغیر ممکن نہیں۔ والدین اپنے حقوق کی فہرست بنانے، بتانے اور جتلانے سے قبل بچوں کے مختصر سے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کریں، بصورت دیگر ایک بچے کی جہالت اور تربیت سے محرومی اس کے والدین اور معاشرے کے لئے رحمت کی بجائے زحمت کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

۲- بچوں کی بے توجہی و بے رغبتی:

بچوں تک علم نہ پہنچنے کا ایک سبب بچے کی فطری بے رغبتی اور لا ابالی پن بھی ہے۔ بچوں میں تعلیم کا شوق اور رغبت کے لئے اُنہیں مستقل مجالس ومحافل کے ذریعہ علم کے فضائل و فوائد اور جہالت کے نقصانات، اساتذہ کے حقوق، والدین کی اطاعت جیسے محاسن سے آگاہی کا سلسلہ قائم کیا جائے، وقت کی قدر وقیمت کا احساس اجاگر کیا جائے، اس کے لئے "قیمۃ الزمن عند العلماء" سے استفادہ کیا جائے۔ (قیمۃ الزمن عند العلماء، شیخ عبدالفتاح أبوغدہ رحمہ اللہ، المکتبۃ الغفوریۃ العاصمیۃ، کراتشی۔ اب اس کتاب کا تازہ ایڈیشن مزید اضافات کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔)

۳- اساتذہ میں احساسِ ذمہ داری کا فقدان:

والدین کی توجہ اور بچوں کی رغبت کے باوجود تعلیم گاہوں میں آنے کے بعد بھی بچے علم سے محروم رہ جاتے ہیں، اس کی بڑی وجوہات میں سے ایک وجہ اساتذہ کرام کا رویہ اور اپنے فرائض میں کوتاہی بھی ہے۔ اسلام کی روح سے استاذ کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟، اس پر بھی گفتگو کی جائے اور انہیں باور کرایا جائے کہ اساتذہ اور ادارے بچوں کے والدین کے امین بھی ہیں، جنہوں نے بچوں کے مستقبل کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں تھما دی ہے۔ استاذ کے دل میں دوطرفہ دیانت داری وامانت داری کا احساس پیدا ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ یہ علم کے فروغ میں رکاوٹ کے علاوہ امانت کے تقاضے بھی ضائع کرنے کا جرم شمار ہوگا۔ اساتذہ کو ان کے منصب اور منصب کے تقاضوں سے آگاہی کے لئے "الرسول المعلمؐ وأسالیبہ فی التعلیم" سے استفادہ مفید رہے گا۔ (الرسول المعلمؐ وأسالیبہ فی التعلیم، شیخ عبدالفتاح أبوغدۃ، ط: المکتبۃ الغفوریۃ العاصمیۃ، کراتشی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی طبع ہوچکا ہے۔)

۴- تعلیمی ادارے کا فرض شناسی میں کوتاہی کا ارتکاب:

فروغ علم کے لئے بچوں کی رغبت، والدین کی دلچسپی اور اساتذہ کی لگن کے باوجود بسا اوقات تعلیمی ادارہ رکاوٹ اور مشکل کا سبب بن سکتا ہے۔ خاص قواعد وضوابط کی سختی کی بہتات وغیرہ ایسے امور ہیں جو ہمارے معاشرے کی بہت بڑی رکاوٹیں ہیں، ان رکاوٹوں کی وجہ سے تحصیل علم میں مشکل پیش آتی ہے اور بچے ناخواندہ رہ جاتے ہیں، اس لئے تعلیمی ادارے کے منتظمین کی نہ صرف تربیت بلکہ اس حوالے سے قانون سازی کی بھی ضرورت ہے۔ تعلیمی ادارہ کے مدنظر، تعلیم کا فروغ اور تربیت ہو، وہ تعلیم کا ادارہ رہے، محض تجارتی ادارہ نہ بنے۔

تیسری ذمہ داری: تعلیم کو بامقصد بنانے میں کردار ادا کرنا:

علمائے کرام تعلیمی میدان کے متعلق اپنے قیمتی مشوروں اور تجاویز سے تعلیم کو بامقصد بنانے کے لئے کردار ادا کریں، خاص کر تعلیم کے بنیادی مقاصد (خداشناسی، نفس دانی، ناخواندگی کو خواندگی میں تبدیل کرنا اور معاشرتی ضروریات سے آگاہی اور منصوبہ بندی یعنی شعبہ کے لئے کارآمد، ذی استعداد اور باصلاحیت لوگ پیدا کرنا) کو پورا کرنے کے لئے علما کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ جو تعلیمی ادارے، تعلیمی نظام اور تعلیمی نصاب جیسے عظیم مقاصد تعلیم سے عاری ہوں، انہیں اپنے قیمتی مشوروں اور نصائح اور سفارشات کے ذریعہ سے بامقصد بنانے کی کوشش کرنا اہل علم کی ذمہ داری ہے۔

تقریباً سن ۷۶ء میں ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اور حضرت علامہ محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ نے ان مقاصد تعلیم کی برآری کے لئے دینی وعصری علوم کے ماہرین تعلیم، جن میں تمام مسالک کے اکابر بھی شامل تھے کی طویل مشاورت سے تعلیمی ونصابی تجاویز مرتب فرمائی تھیں، ان سے استفادہ کرتے ہوئے تعلیمی اداروں کی رہنمائی کی جائے، ان تجاویز کا نسخہ تقریباً ہر معروف تعلیمی ادارے میں موجود ہے، وہاں سے کاپی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (تعلیمی تجاویز پر تبصرہ، ط: دارالعلوم کراچی ومدرسہ عربیہ نیوٹاؤن)

چوتھی ذمہ داری: قرآنی مکاتب کا قیام:

ہمارے مسلمان بچوں کی وہ تعداد جو باضابطہ دینی مدارس میں پڑھ رہی ہے اور علم دین حاصل کر رہی ہے وہ عصری تعلیم گاہوں میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ایک سروے کے مطابق ہمارے ۹۸٪ بچے عصری تعلیمی اداروں میں جاتے ہیں اور ۲٪ طلبہ مدارسِ دینیہ میں زیر تعلیم ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو عالم دین بننا فرض کفایہ ہے، جسے ۲٪ بچے پورا کررہے ہیں، لیکن ایک اچھا دیندار مسلمان بننا، فرائض، حلال وحرام اور پاکی وناپاکی کا بنیادی علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اس فرض عین کی ادائیگی کے لئے اگر ہمارے عصری تعلیمی اداروں کے نصاب ونظام تعلیم میں کہیں ضروری دینی مواد موجود نہیں ہے تو ایسے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے اپنے مسلمان بچوں کو یہ مواقع فراہم کرنا اور اس کا اہتمام کرنا علمائے دین کی موروثی ذمہ داری شمار ہوگی۔ اس کی ایک اچھی اور آزمودہ شکل مکاتب قرآنیہ کا سلسلہ ہے، جس میں قرآن کریم حفظ یا ناظرہ، طریقہ نماز، بنیادی ایمانیات اور ارکان اسلام بچوں کو سیکھنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ یہ مکاتب

شام اور رات کے اوقات میں ہر مسجد میں قائم ہونے چاہئیں، تاکہ ہمارے مسلمان بچے اگر کسی غیر مسلم اسکول میں بھی جائیں تو ان کا ایمان وعمل محفوظ رہے۔ ہمارے اساتذہ کے اُستاذ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن خان ٹونکی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ: ''جو بچہ مکتب سے گزر کر چلا جائے، وہ کبھی دین سے اپنا رشتہ نہیں توڑ سکتا''۔

پانچویں ذمہ داری: سال کے آغاز کی طرح اختتام پر تعلیم وتربیت کے لئے فکرمندی:

ہماری عصری تعلیم گاہوں میں جون جولائی کی سالانہ تعطیلات ہوتی ہیں، بچوں کی ان تعطیلات کو لغویات سے بچانے کے لئے کردار ادا کرنا بھی علمائے کرام کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ ان تعطیلات کو اس طور پر کارآمد بنایا جائے کہ تعطیلات کا مقصد یعنی بچوں کا آرام وسکون بھی برقرار رہے، ان کا تعلیمی تسلسل بھی کسی نہ کسی درجہ میں باقی رہے، بچوں کو بنیادی دینی معلومات کا ضروری سامان بھی میسر آجائے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اسکول وکالج میں پڑھنے والے ہمارے بچوں کو مسجد کا نورانی ماحول نصیب ہوجائے، جہاں انہیں علمی ثمرات کے ساتھ ساتھ تربیتی فوائد کا کچھ حصہ بھی مل سکے، تاکہ ہمارے ایسے مسلمان بچے جو عصری تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم رہنے کے دوران کسی وجہ سے بنیادی دینی ضروریات سے واقف نہیں ہوسکے، یا انہیں اپنے محلے میں مکاتب قرآنیہ کی ترتیب میسر نہیں ہوسکی، یا وہ بچے اپنے نصابی حجم کی وجہ سے دین کی مطلوبہ معلومات حاصل نہیں کرسکے تو انہیں کم از کم سالانہ تعطیلات میں ایسے مواقع فراہم کئے جائیں جو ان کی بنیادی دینی تعلیمی ضرورت پوری کرسکیں۔

الحمدللہ! اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ۱۹۹۸ء میں ہمارے استاذ، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی کے سابق استاذ الحدیث اور ناظم تعلیمات حضرت مولانا عطاء الرحمن شہید رحمہ اللہ نے ''تعلیم وتربیت'' کے نام سے ''چالیس روزہ دینی واخلاقی تربیتی کورس'' کا آغاز فرمایا تھا، جو ابتداءً جامع مسجد صالح، صدر کراچی، سے شروع ہوا اور اگلے چند سالوں میں یہ سلسلہ ملک کے کئی چھوٹے بڑے شہروں تک وسیع ہوتا چلا گیا اور اب یہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی شروع ہوچکا ہے۔ اس کورس کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مسلمان بچوں کو دین کی بنیادی اور ضروری باتوں کی تعلیم اور دینی ماحول میں ان کی ذہنی تربیت ہدف ہے۔ اس میں مسلکی شناخت اور اختلافی مسائل سے قصداً پہلوتہی کی گئی ہے، اس کی بدولت اس کورس سے مستفید ہونے والوں میں ہر مسلک کے بچے شامل ہیں اور سرکاری وغیر سرکاری مقامات پر شروع کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ الحمدللہ! سال بہ سال اس کورس کے لئے بچوں کی رغبت بڑھ رہی ہے اور اس کے مراکز میں اضافہ ہورہا ہے۔ ہم اپنے اس تجربہ کی روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہمارے علمائے کرام آغاز سال کی طرح اختتام سال کے موقع پر بھی مسلمان بچوں کے لئے فکرمند ہوں اور اپنی ذمہ داری کا احساس فرمائیں اور ہر محلے کی ہر مسجد میں اس طرح کے کورسز کا انعقاد فرمائیں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس سے علم کے فروغ میں اضافہ کے ساتھ ساتھ تعلیم کے بنیادی مقاصد یعنی فکری وعملی تربیت کے حصول میں مدد ملے گی۔ اللّٰھم أرنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

☆☆..........☆☆

تمام مسائل ومصائب کا حل صرف دین اسلام

دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی میں دنیا کے ۱۳۰ ذہین ترین افراد کا اجلاس ہوا تاکہ جنگ سے ہونے والے نقصانات کی تلافی کے لئے مشترکہ نظام بنایا جاسکے، یعنی ایسا کون سا نظام وجود میں آئے کہ آئندہ کوئی جنگ نہ ہو اور اس جنگ کے نقصانات کی تلافی کی جاسکے۔ آج بحث کا آٹھواں دن تھا۔ زوروشور سے بحث ہورہی تھی۔

اتنے میں ایک آدمی نے سب کو خاموش کرایا اور کہا، آج ہماری بحث کا آٹھواں دن ہے، سب مشورے دے رہے ہیں، لیکن جناب ''جارج برناڈ شا'' نے کچھ نہیں کہا اور آرام سے چائے نوش فرمارہے ہیں، سب لوگ مل کر ان سے پوچھئے۔ جارج برناڈ شا نے مسکرا کر کپ میز پر رکھا اور کہا: ''تم لوگ ساری زندگی ایسا نظام ڈھونڈتے رہو، تو بھی نہیں بنا سکتے، میں پورے یقین سے اور تجربے سے جو بات آپ لوگوں کو بتانے جارہا ہوں، وہ آپ کے لئے ایک حیران کن بات ہے اور وہ یہ ہے کہ: ''اگر آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان آجائیں تو وہ ان مسائل کا حل دینے میں اتنی دیر بھی نہیں لگائیں گے جتنی دیر میں، میں اس کپ سے چائے کی ایک چسکی لگا کر اسے واپس میز پر رکھ دوں، مطلب یہ کہ: ایسا نظام صرف دین اسلام کے پاس ہے اور بس۔'' یہ کہہ کر وہ خارجی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

(قدرت اللہ شہاب (مرحوم) کی تحریر سے اقتباس)

رزق کی قدردانی

مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی

کھانے پینے کی اشیا کے تعلق سے اس فراوانی اور بہتات کے دور میں اس کی ناقدری اور بے حرمتی ایک عام سی بات ہوگئی، بچے ہوئے کھانے کو محفوظ رکھ کر اس کے استعمال کو معیوب گردانا جاتا ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مغرب کی اندھی تقلید نے جہاں اقدار کے بہت سارے پیمانے بدل دیے ہیں، اسی طرح کھانے کے بچانے اور اس کے پلیٹ میں رکھ چھوڑنے کو ایک مہذب عمل سمجھا جاتا ہے اور پلیٹ کی مکمل صفائی اور پلیٹ کے بقیہ ریزوں کے استعمال اور اس کے کھالینے کو حقیر تر باور کیا جاتا ہے اور خصوصاً شادی بیاہ کے موقع پر اسراف وفضول خرچی کے وہ نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں اور رزق کی بے حرمتی کے وہ مناظر نگاہوں سے گزرتے ہیں کہ الامان والحفیظ! اسراف وفضول خرچی کا ایک طومار ہوتا ہے، مختلف کھانوں کی ڈشز نے تقاریب کے موقع پر رزق کی ناقدری کو بڑھاوا دیا ہے، مختلف نوع کے کھانے اور ہر ایک سے کچھ چکھ لینے کی نیت نہ جانے کس قدر رزق کی بے حرمتی اور اس کی ناقدری کی وجہ بنتی ہے! اگر ہم یہ ارادہ کرلیں کہ ہم رزق کی قدر کریں گے تو کتنے غریبوں کی بھوک، علاج اور ان کے فاقوں کا مداوا ہوسکتا ہے اور کتنے نان شبینہ کے محتاج اور سسکتے بلکتے اور فاقہ زدہ گھرانوں کی خوشیاں عود کر آسکتی ہے، انانیت اور شہرت اور جاہ کی طلب نے بالکل اندھا کردیا ہے، سوائے اپنی انا کی تسکین کے ہمیں کچھ دکھائی نہیں دیتا اور لوگوں میں اپنی شان جتانے اور صرف ناک اونچی کرنے کی خاطر ہمیں رزق کی ناقدری اور بے حرمتی منظور ہے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینا منظور ہے، لیکن اپنی شان نہ جائے، شخصیت پر آنچ نہ آئے۔

میری نگاہوں سے رزق کی قدردانی کے تعلق سے دو واقعات گزرے، انہیں کی روشنی میں اس گناہ عظیم اور ہمارے معاشرے کے اس عظیم روگ کے تعلق سے نشاندہی کرنا چاہتا ہوں، خدارا ان واقعات کو عبرت کی نگاہ سے پڑھئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب ذکروفکر میں ایک واقعہ ذکر کیا ہے:

ایک مرتبہ میرے والد ماجد حضرت مولانا سید اصغر حسین (جو میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے) کے گھر ملاقات کے لئے گئے۔ کھانے کا وقت آگیا تو بیٹھک میں دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا گیا، کھانے سے فارغ ہونے پر والد صاحب دسترخوان سمیٹنے لگے تاکہ اسے کہیں جھٹک آئیں، حضرت میاں صاحب نے پوچھا: یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ والد صاحب نے عرض کیا: حضرت! دسترخوان سمیٹ رہا ہوں تاکہ اسے کسی مناسب جگہ پر جھٹک دوں۔ میاں صاحب بولے: کیا آپ کو دسترخوان سمیٹنا آتا ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا: کیا یہ بھی کوئی فن ہے؟ میاں صاحب نے جواب دیا، جی ہاں! یہ بھی ایک فن ہے اور اسی لئے میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو یہ کام آتا ہے یا نہیں؟ والد صاحب نے درخواست کی کہ حضرت! پھر تو یہ فن ہمیں بھی سکھا دیجئے۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ آئیے! میں آپ کو یہ فن سکھاؤں۔ یہ کہہ کر انہوں نے دسترخوان پر بچی ہوئی بوٹیاں الگ کیں، ہڈیوں کو الگ جمع کیا، روٹی کے جو بڑے ٹکڑے بچ گئے تھے، انہیں چن چن کر الگ اکٹھا کرلیا، پھر فرمایا کہ میں نے ان میں سے ہر چیز کی الگ جگہ مقرر کی ہوئی ہے، ان ہڈیوں کی الگ جگہ مقرر ہے، کتے کو وہ جگہ معلوم ہے اور وہ وہاں آکر یہ ہڈیاں اٹھالیتا ہے اور روٹی کے یہ ٹکڑے میں فلاں جگہ رکھتا ہوں، وہاں پرندے آتے ہیں اور یہ ٹکڑے ان کے کام آتے ہیں اور یہ جو روٹی کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں یہ میں چیونٹیوں کے کسی بل کے پاس رکھ دیتا ہوں اور یہ ان کی غذا بن جاتی ہے اور پھر فرمایا یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کا رزق ہیں، ان کا کوئی حصہ اپنے امکان کی حد تک ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ (ذکروفکر ص:۴۳)

اس وقت پیسوں اور مال و دولت کی فراوانی میں جو ہم رزق کے ضیاع اور بے حرمتی کے نقوش پیش کررہے ہیں، کبھی خدانخواستہ احوال زمانہ ہمیں کنگال اور بالکل غریب اور نہتا اور مفلس نہ کردیں۔

ایک عربی ادیب محمد بن عبدالعزیز نے رزق کی حرمت اور پاسداری کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے پڑوسی کو عصر کی نماز کے بعد کوڑے دان کے پاس اس میں سے کچھ لے کر اپنے گھر جاتے دیکھا تو اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید یہ شخص محتاج اور نادار ہے اور مجھے اس کا پتہ بھی نہیں، چنانچہ میں نے اس سے ملاقات اور اس کے احوال کی جانکاری اور کوڑے دان سے

اسے کچھ اٹھاتے جو دیکھا تھا اس سے متعلق پوچھنے کا ارادہ کیا۔ جب میں اس سے ملاقات کی غرض سے اس کے پاس گیا تو وہ بہترین غنی اور مالداری کی حالت میں تھا۔ میں نے اس سے کوڑے دان سے کھانے اٹھانے کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے کوڑے دان میں کھانے کے قابل کھانے کو پڑا دیکھا تو اس کے پھینکے ہونے سے اچھا نہیں لگا، میں نے اس کو لینے اور اس کے بجائے اس غلیظ جگہ میں پڑے رہنے کے اس کے اکرام میں بہتری سمجھا۔

اس نے بتایا کہ ایک دفعہ میں فاقہ کی شدید حالت سے گزرا، تب سے میں نے یہ عہد کیا ہے کہ میں کھانے اور رزق کی بے حرمتی نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ قصہ کچھ یوں درپیش ہوا کہ مکہ میں مجھے ایک سال بالکل فاقے گزارنے پڑے، نہ میرے پاس کوئی پیسہ تھا اور نہ مجھے کوئی کام مل پارہا تھا۔ میں صبح کام کی تلاش میں نکلتا اور رات میں کچھ کام نہ ملتا تو گھر آکر سوجاتا، میری بیوی اور بچی روزانہ اس انتظار میں ہوتیں کہ میں کچھ لے آؤں اور ان کی بھوک کا مداوا کروں۔ جب معاملہ حد سے گزرنے لگا اور تین دن فاقہ میں گزر گئے تو میں نے بھوک مٹانے کی خاطر اپنی حسین و جمیل اور اکلوتی بچی کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا، اس کو بنا سنوار کر بازار لے گیا، ایک دیہاتی کی نظر لڑکی پر پڑی، اس نے لڑکی کو دیکھا تو اسے پسند آگئی، اس نے مجھ سے لڑکی کے تعلق سے بھاؤ تاؤ کیا، چاندی کے بارہ ریال پر راضی ہوگیا، جیسے ہی میں نے درہم اس کے ہاتھ سے لئے تو اس کو لے کر کھجور کے بازر کی جانب دوڑ پڑا۔ پیٹ بھرنے کی خاطر کھجور کی ایک زنبیل دو ریال کے عوض خریدی اور ایک قلی کو اس کے اٹھانے کے لئے خرید لیا، بھوک کی شدت کی وجہ سے مجھے اس کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ میں اس سے پہلے گھر پہنچ گیا، گھر پہنچنے پر پیچھے تو دیکھا تو قلی نظر نہیں آیا، میں اس کی تلاش میں نکل پڑا، پھر میں نے سوچا: میں بازار جاکر دوسری کھجور خرید لیتا ہوں، میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ بقیہ ریال بھی گم ہوگئے تھے، مجھ پر بہت زیادہ مایوسی اور غم طاری ہوگیا، میں نے حرم شریف میں جانے کا عزم کیا، جب میں مطاف میں پہنچا تو وہ دیہاتی میری لڑکی کے ساتھ نظر آیا، میرے دل میں خیال آیا کہ جب یہ مکہ سے نکلے گا تو وہاں کسی گھاٹی میں گھات لگا کر اس کا قتل کرکے اس سے اپنی لڑکی کو آزاد کرالوں گا، میں طواف کررہا تھا تو وہ مجھے نظریں چرا کر دیکھنے لگا، اس کی آنکھیں میری آنکھوں سے مل گئیں۔ بتاؤ یہ لڑکی کون ہے؟ میں نے کہا: یہ میری باندی ہے، اس نے کہا: نہیں! یہ تیری بیٹی ہے، میں نے اس سے پوچھا ہے، اس لڑکی نے کہا: یہ میرے والد ہیں۔ اس نے کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: ہم تین دن سے فاقے سے تھے، موت کے اندیشے اور ہم تینوں کی ہلاکت کے خوف سے میں نے ایسا کیا۔ پھر میں نے لڑکی کی قیمت اور اس کے گم ہوجانے کے تعلق سے اس کو بتلایا کہ مجھ کو اس رقم سے کوئی نفع نہیں ہوا تو اس دیہاتی نے کہا: اپنی لڑکی لے لو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں تیس ریال تھے، اس میں سے تقسیم کرکے آدھے مجھے دیئے۔ میں بہت خوش ہوا، اس کے لئے اللہ سے دعا کی اور اس کے فضل و احسان پر اس کے گن گائے اور اپنی لڑکی کو لے کر کھجور خریدنے کے لئے بازار گیا تو مجھے وہ قلی نظر آیا، میں نے اس سے پوچھا: تم کہاں تھے؟ اس نے کہا: چچا جان! آپ تو جلدی جلدی چل رہے تھے، مجھے تو راستہ ہی نظر نہ آیا، میں نے آپ کے تلاش کی بہت کوشش کی، تلاش بسیار کے بعد بازار واپس چلا آیا۔ میں نے کہا: وہ کھجور لے آؤ، جب ہم واپس ہوکر گھر میں داخل ہوئے اور برتن میں کھجور خالی کرنا چاہا تو وہیں مشک کے نیچے وہ درہم موجود تھے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے یہ علم ہوگیا کہ ہر تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے، پھر اس وقت سے یہ عزم کیا کہ ہمیشہ اللہ عزوجل کی نعمتوں اور اس کے رزق کی قدردانی کروں گا، کبھی بھی رزق کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھوں گا اور نہ اسے پھینکوں گا اور نہ کبھی کھانے کو کوڑے دان میں یا گندگی میں پڑا رہنے دوں گا۔ (القصۃ القصیرۃ و دورھافی نشر رسالۃ الاسلام، الدکتور محمد فضل اللہ شریف)

یہ واقعہ رزق کی قدردانی کے تعلق سے نہایت عبرت خیز ہے، رزق کی اہمیت کا اندازہ فاقہ اور بھوک کی شدت میں ہی لگایا جاسکتا ہے، اس لئے رزق کی بے حرمتی اور ناقدری سے بچیں، اس کے ذریعہ غریبوں، مسکینوں اور بھوکوں کی بھوک مٹانے کا نظم کریں، شادی بیاہ، دعوتوں اور تقاریب کے موقع سے اور ہوٹلوں میں رزق کے ضیاع سے حفاظت کرکے ہزاروں بھوکے لوگوں کے پیٹ بھرے جاسکتے ہیں، اس لئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ محض اپنی شان رکھنے کے لئے کھانے کے ضیاع اور اللہ کی نعمت کی ناقدری کرنے والے نہ بنیں، اللہ کی ناراضگی اور اس کی نعمت کی ناقدری کہیں اس کے غضب کے نزول کا سبب نہ بن جائے اور ہم سے بھی اس نعمت کی ناقدری کی وجہ سے وہ نعمت چھن نہ جائے اور ہمیں بھی برے اور بھیانک احوال سے گزرنا نہ پڑے۔

☆☆............☆☆

حاجی اشتیاق احمد رحمۃ اللہ علیہ اور

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

جناب حاجی اشتیاق احمد ملک عزیز کے معروف ناول نگار تھے۔ ’’بچوں کا اسلام‘‘ کے ایڈیٹر بننے سے پہلے ان کے ہر ماہ چار ناول شائع ہوتے جو ہزاروں کی تعداد میں ہوتے۔ ناول میں طرز تحریر جاسوسی تھا، اگرچہ آپ بچوں کے لئے لکھتے لیکن ان سے بچے، جوان اور بوڑھے یکساں مستفید ہوتے۔ ایک دوران کی زندگی کا صرف ادیبانہ ناول نگاری میں گزرا ہے۔

لیکن پھر کہیں سے قادیانی جماعت کے بانی اور جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد، مرزا قادیانی کے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے کردار وکریکٹر کے بارے میں قادیانی جماعت کی خواتین اور نوجوان بچیوں کے موکد بعذاب حلف ان کی نظر سے گزرے کہ ’’مرزا محمود نے ایک گروپ بنا رکھا ہے جو کہ بدکاری پر مشتمل ہے، جہاں کھلے عام بدکاری ہوتی ہے اور بدکاری کی دعوت دی جاتی ہے اور اس میں قادیانی خلیفہ کی فیملی کے مرد وزن شامل ہیں‘‘ تو اشتیاق احمد نے مزید تحقیق وتفتیش کے لئے قادیانی لیڈروں کی اصل کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان کی حیرت واستعجاب کی انتہا نہ رہی کہ تقدس کے پردہ میں مجبور ومقہور مریدوں کی عزت وآبرو سے کس طرح کھیلا جاتا ہے تو ان کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور انہوں نے قادیانیت کے عقائد وعزائم کا برملا پردہ چاک کرنا شروع کردیا اور اپنے ہر ناول کے آخر میں کچھ صفحات مخصوص کردیے تاکہ نئی نسل کو ایمان کے ان ڈاکوؤں اور سوداگروں سے بچایا جاسکے، وہ اس مشن میں کامیاب رہے اور اس طرح انہوں نے نوخیز نسل کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وحقیقت سے آگاہ کیا۔

اگرچہ وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے، ان کی دنیاوی تعلیم میٹرک تک تھی۔ لیکن انہوں نے ہومیو پیتھک کا کورس کر رکھا تھا اور اپنے گھر کے متصل کلینک بھی بنا رکھا تھا جس کے ذریعہ وہ انسانوں کی صحت اور زندگی کی حفاظت میں تعاون فرماتے۔

۱۹۸۳ء میں یکے بعد دیگرے دو تین علماء کرام اغوا ہوئے، ان میں ایک صاحب کا مجلس سیالکوٹ سے تعلق تھا۔ ان کی حضرات کی بازیابی کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر تمام مسالک کے رہنما اکٹھے ہوئے، تحریک شروع کی۔ اس وقت کے صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ’’امتناع قادیانیت آرڈی نیس‘‘ کے نفاذ کا اعلان کیا، جس کی رو سے قادیانیوں کی غیر اسلامی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی گئی۔ اس دوران اشتیاق احمد نے ’’وادیٔ مرجان‘‘ کے نام سے ایک ناول تحریر کیا، جس میں کہانی کچھ اس طرح تحریر کی گئی کہ ایک علاقہ ہے جس میں لوگوں کو اغوا کر کے ٹارچر کیا جاتا ہے۔ نیز اغوا شدہ لوگوں کو مختلف مراحل سے گزار کر انہیں موت تک کی سزائیں دی جاتی ہیں اور نوجوانوں کے جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے دریا کی لہروں کے سپرد کیا جاتا ہے۔ وادیٔ مرجان کی اشاعت کے بعد قادیانی خوب سٹپٹائے اور انہیں قتل تک دھمکیاں دی گئیں، لیکن وہ ان دھمکیوں سے کبھی بھی مرعوب نہ ہوئے۔

اپنی زندگی کے آخری انٹرویو میں اشتیاق احمد نے باقاعدہ اس خط کا تذکرہ بھی کیا، جو انہیں لندن سے لکھا گیا تھا اور اس میں انہیں دھمکی گئی کہ اس قسم کی تحریروں سے باز آجاؤں مگر بوڑھے جسم اور جوان اعصاب کے مالک اشتیاق احمد نے جام شہادت کی شدت اشتیاق کے باعث اس کی ذرہ برابر پروا تک نہ کی اور اپنا سفر جاری رکھا اور اس دوران باقاعدہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے منسلک ہوگئے، نہ صرف مقامی سطح پر مجلس کے پروگراموں میں شرکت فرماتے بلکہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں گزشتہ چونتیس سال سے شرکت فرمارہے تھے اور ہمیشہ سامعین میں بیٹھنے کو ترجیح دیتے، اسٹیج پر آنے کا انہیں اشتیاق نہیں ہوا۔

عقیدۂ ختم سے والہانہ عقیدت واشتیاق کو دیکھ کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے انہیں اپنی مرکزی شوریٰ میں لے لیا۔ وہ ہر سال شوریٰ کے اجلاس میں ملتان تشریف لاتے اور مفید مشوروں سے شوریٰ کے اراکین کے سامنے اپنی آراء پیش فرماتے۔ گزشتہ کئی سالوں میں وہ چناب نگر میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کورس میں شرکت فرماتے اور شرکائے کورس کو صحافت اور لکھنے پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

راقم الحروف جب کوئی کتاب پیش کرتا تو اس کا باقاعدہ مطالعہ کرکے اس میں جو واقعہ انہیں پسند آتا، ’’بچوں کا اسلام‘‘ میں اس کو شائع کرتے۔ انہوں نے نسل نو کی ذہنی آبیاری کے لئے بہت لکھا، جس میں ان کے مشہور زمانہ ناولز ’’وادیٔ مرجان، باطل قیامت، غار کا سمندر، تھالی کا بینگن، قیامت کے باغی، جاپانی فتنہ، قیامت کب آئے گی؟‘‘ وہ شہرۂ آفاق ناولز ہیں جنہوں نے اشتیاق احمد کو رہتی دنیا تک اہل ایمان کے قلب وجگر میں زندہ رکھنے کا انتظام کردیا۔ لکھنا، پڑھنا اور لکھتے پڑھتے رہنا، ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ نیز آپ ہومیو پیتھک ڈاکٹر بھی تھے، اس فن کے ذریعہ بھی اہل علاقہ کی

خوب خدمت کی۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو یہودیوں نے نوبل انعام سے نوازا۔ حکومت میں چھپے ہوئے قادیانیوں نے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا، تمام تر شہرت اور پیسہ کے باوجود وہ اسلامی دنیا کے دل میں اپنا کوئی مقام نہ بنا سکا۔ اس لئے کہ اسے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا، اس کے بالمقابل ایک میٹرک پاس غریب سا انسان جب عقیدہ ختم نبوت کی چوکیداری کرنے لگا تو قدرت نے اسے رشک شمس وقمر بنادیا، اس میں صاحبان عقل کے لئے کافی نصیحت ہے۔

کراچی میں ایک کتب میلہ میں شرکت کی غرض سے گئے۔ ۱۷رنومبر کو واپسی پر کراچی ایئرپورٹ پر انہیں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ رات گئے ان کی میت ہوائی جہاز کے ذریعہ لاہور لائی گئی، جہاں ان کے ورثا نے وصول کیا۔ ۱۸رنومبر ۲۰۱۵ء کو بلال مرکز جھنگ میں ان کی نماز جنازہ ہوئی۔ جس میں علماء کرام، مشائخ عظام، حفاظ، قرأ، طلبا اور ہر طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ☆☆

آہ! اشتیاق ہی رہا

محترم اشتیاق احمد صاحب کو ایک ناول نگار کی حیثیت سے، انسپکٹر جمشید سیریز کے خالق کی حیثیت سے اور بچوں کے اسلام کے مدیر کی حیثیت سے تو بہت لوگ جانتے ہیں، لیکن ختم نبوت سے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے ان کا کیا رشتہ اور تعلق تھا؟ یہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آپ خود ان کی زبانی ہی سن لیں:

’’ختم نبوت کے موضوع کے بارے میں مجھے بس اتنا ہی معلوم تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اس پر امت مسلمہ متفق ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں اپنا پبلشنگ کا ادارہ شروع کر چکا تھا اور اردو بازار راجپوت مارکیٹ لاہور میں اپنا دفتر بھی قائم کر چکا تھا، انہی دنوں میں ایک روز جھنگ میں اپنے گھر میں داخل ہوا تو ایک چودہ پندرہ سال کی لڑکی کو اپنی بڑی بیٹی کے ساتھ چپکے چپکے کوئی بات کرتے دیکھا... اس کا انداز پراسرار تھا.... اس کے جانے کے بعد میں نے اپنی بیٹی سے پوچھا: یہ لڑکی کون تھی؟ اور تم سے کیا کہہ رہی تھی؟

اس نے کہا یہ مرزائی ہے... کہہ رہی تھی کہ ضیاء الحق نے بلاوجہ ہمارے خلاف آرڈی نینس پاس کیا ہے، حالانکہ ہماری کتابوں میں کوئی بھی ایسی بات نہیں اور ہم مسلمان ہیں۔ یہ سن کر مجھے الجھن ہوئی، میں نے اس سے کہا: اب وہ آئے تو اس سے کہنا کہ اپنی کتابیں ہمیں بھی دکھائے۔ وہ آئی تو بیٹی نے میری بات اس سے کہہ دی، اس روز کے بعد وہ ہمارے گھر نہیں آئی۔ اس پر میں نے ناول وادیٔ مرجان لکھا... ناول چھپ کر بازار میں آیا تو راجپوت مارکیٹ والے دفتر میں دو بٹے کٹے آدمی مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور آتے ہی بولے: اشتیاق صاحب آپ ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! میں ہی ہوں۔ کہنے لگے: آپ نے وادیٔ مرجان ناول ہمارے خلاف لکھا ہے؟ میں نے حیران ہو کر پوچھا: آپ کون ہیں؟ ایک نے فوراً کہا: ہم احمدی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ احمدی کون ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے پوچھا: احمدی کون؟ اب انہوں نے کہا کہ ہم مرزائی ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا: لیکن میں نے وادی مرجان مرزائیوں کے خلاف تو نہیں لکھی۔ اس میں تو ایسے شخص کی کہانی ہے جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ اس پر ایک نے کہا: نہیں جناب! آپ پہلے ہمارے شہر ربوہ گئے ہیں۔ آپ نے شہر گھوم پھر کر دیکھا ہے، پھر یہ ناول لکھا ہے، کیونکہ اس ناول میں ربوہ کے ایک ایک مقام کا ذکر ہے۔ یہ بات میرے لئے حیران کن تھی... کیونکہ میں تو ربوہ کے پاس سے بھی نہیں گزرا تھا، لیکن انہیں میری بات پر یقین نہیں آ رہا تھا، پھر انہوں نے مجھے ربوہ آنے کی دعوت دی... میں ان کی دعوت پر اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ ربوہ گیا... پہلے تو انہوں نے ربوہ دکھایا اور کہتے رہے کہ یہ دیکھیں آپ نے اس مقام کا ذکر کیا ہے، اس مقام کا ذکر کیا ہے، یہاں تک کہ دارالخلافہ کا بھی ذکر کیا ہے... میں سنتا رہا... بعد میں انہوں نے میری ملاقات اپنے ایک عالم مبشر کاہلوں سے کرائی... اس نے سوالات کی دعوت دی، میں نے اس سے چند سوالات کئے جس کے اس نے گول مول جواب دیئے۔

بس یہ واقعہ تھا جس نے میری زندگی بدل دی... جھنگ میں ختم نبوت کے عالم سے رابطہ ہوا، پھر دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان گیا۔ وہاں علماء کرام سے تعلق قائم ہوا... حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی پر کتاب لکھنے کے لئے فرمایا، اسی دوران کسی مہربان نے حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ کو ’’وادیٔ مرجان‘‘ پڑھنے پر مجبور کیا۔ انہوں نے کتاب پڑھ کر خط لکھا... پھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے خط ملا کہ ہم نے آپ کو مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کر لیا ہے۔ یہ بات اور زیادہ حیرت کی تھی۔ چناب نگر میں ختم نبوت کورس کی ابتدا ہوئی تو مجھے اس میں ایک لیکچر کی دعوت دی جانے لگی... حالانکہ مجھے سرے سے لیکچر دینا آتا ہی نہیں تھا اور اب بھی نہیں آتا... مطلب یہ کہ ختم نبوت سے آج بھی اسی طرح تعلق قائم ہے اور مرتے دم تک قائم رہے گا ان شاء اللہ! آپ سب کے لئے بھی یہی دعا ہے۔ ختم نبوت سے اپنا تعلق مضبوط بنالو اور درویش کی صدا کیا ہے!!‘‘

اس مرتبہ ریاض مسجد کے ساتھیوں مفتی سلمان یٰسین صاحب، بھائی نور احمد، بھائی طارق سمیع، بھائی عزیز، بھائی طاہر محسن، بھائی یحییٰ سعید اور کچھ دفتر ختم نبوت کے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ چناب نگر کانفرنس جانے کا اتفاق ہوا تو بہت اشتیاق دامن گیر تھا کہ وہاں اشتیاق احمد صاحب کی زیارت بھی ہو جائے گی، لیکن ہم وہاں سے کچھ دیر کے لئے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف چلے گئے، لہٰذا حضرت کی زیارت نہیں ہو سکی۔ ہمیں نہیں پتا کہ اشتیاق صاحب اسٹیج پر تشریف لائے یا نہیں۔ اس کے بعد کراچی میں ۱۲ تا ۱۶رنومبر ۲۰۱۵ء کتب میلہ لگا تو وہاں جانا ہوا۔ اشتیاق احمد صاحب کے اسٹال پر درج تھا کہ دوپہر ۳ تا ۹ بجے اشتیاق صاحب سے ملاقات کی جا سکتی ہے، جبکہ ہماری واپسی ظہر سے پہلے ہی ہو گئی اور اگلے دن حضرت کے وصال کی خبر آ گئی۔ اس طرح آرزوئے تشنہ کی تشنگی ہی رہی۔

جناب ندیم نواب صاحب

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے تبلیغی دورے

مولانا عبدالحکیم نعمانی

ساہیوال .... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی ساہیوال کے تین روزہ دورہ پر تشریف لائے، جہاں آپ نے ۱۶، ۱۷، ۱۸ر نومبر کو جامعہ رشیدیہ نمبر۲ میں مغرب سے عشاء تک تین روزہ ختم نبوت کورس پڑھایا۔

۱۶ر نومبر مغرب سے عشاء تک عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر لیکچر دیا، آپ نے اپنے لیکچر کے آغاز میں تمہیدی طور پر بتلایا کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان یوں تو بہت سے مسائل میں اختلاف ہے، ''اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ'' میں انیس چیزیں تحریر ہیں، ان میں سے اہم مسائل تین ہیں: (۱) ختم نبوت، اجرائے نبوت، (۲) حیات اور رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام، (۳) کذب وصدق مرزا غلام احمد قادیانی۔

ختم نبوت کا مفہوم تو واضح ہے ہر مسلمان جانتا اور سمجھتا ہے۔ قادیانیوں کے نظریہ کے مطابق نبوت کا سلسلہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوا بلکہ آپ کے بعد یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تیرہ سو سال تک رہی، چودھویں صدی سے قیامت تک مرزا قادیانی کی نبوت ہے۔ (العیاذ باللہ) مرزائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے عملاً مرزا قادیانی کو خاتم النبیین مانتے ہیں کہ مرزا کے بعد خلافت ہے نبوت نہیں۔ مولانا نے کہا کہ قادیانی مرزا کے لئے خاص قسم کی نبوت مانتے ہیں، ایسی نبوت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہو اور آپ کی اتباع سے ہو، جس کو قادیانی ظلی و بروزی نبوت کہتے ہیں۔ مولانا نے کہا کہ ان شرطوں کے ساتھ قرآن وحدیث، فقہ اسلامی اور اسلاف امت کے اقوال میں سے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

۱۷ر نومبر صبح کی نماز کے بعد مولانا شجاع آبادی نے جامعہ رشیدیہ نمبر۱ (قدیم) میں خطاب کیا اور ختم نبوت کے حوالے سے رشیدی خاندان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

واضح رہے کہ جامعہ رشیدیہ کی بنیاد جالندھر میں ۱۹۰۱ء میں رکھی گئی اور جامعہ رشیدیہ ۱۹۴۷ء تک جالندھر میں دینی خدمات سر انجام دیتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں جامعہ کی بنیاد ساہیوال (منٹگمری) میں رکھی گئی۔ حضرت مولانا فقیر اللہ جالندھریؒ نے بنیاد رکھی۔ موصوف ۲۱ر رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ تک جامعہ کی سرپرستی فرماتے رہے، جبکہ مہتمم و ناظم اعلیٰ مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ آپؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرتؒ کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کی سرپرستی میں ادارہ ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ حضرت شیخ ۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ تک جامعہ کے شیخ الحدیث اور صدر مدرس رہے۔ حضرت الشیخ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر بھی رہے اور ایک عرصہ تک نائب امارت کے منصب پر فائز رہے۔

مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدیؒ بہادر اور جرأت مند اور احراری مزاج عالم دین تھے، بہت ہی فاضلانہ خطاب فرماتے۔ حضرت الشیخ اور مولانا حبیب اللہؒ نے ختم نبوت کے تحفظ کے جرم کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ۲۷ر ستمبر ۱۹۸۵ء ۸ بجے شب انتقال فرمایا۔ قبرستان پیر بخاری ساہیوال میں اپنے والد محترم کے قدموں میں محو استراحت ہیں۔

مولانا کے ایک بھائی قاری لطف اللہ شہید تھے جو خطیب خوش الحان تھے۔ ۲۷ر صفر المظفر ۱۳۷۰ھ میں ایک سڑک حادثہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ مولانا حبیب اللہ صاحبؒ کی رحلت کے بعد مولانا مطیع اللہ جامعہ کے مہتمم تھے۔ آپ ۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کو انتقال فرما گئے۔ ان کے بعد مولانا عبدالرشید مہتمم بنے، مولانا کے بعد حضرت مولانا پیر ولی محمد ہڑپہ اور ان کے بعد قاری عبدالہادی ہڑپہ اور ان کے بعد مولانا عبدالرشید کے بعد دیگرے مہتمم رہے۔ آج کل اہتمام مولانا حکیم اللہ رشیدی کے پاس ہے، جبکہ قاری بشیر احمد حبیب شہید کے فرزند ارجمند قاری سعید ابن شہید انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ مدرسہ بنین اور بنات دونوں میں کامیابی کے ساتھ مصروف تعلیم ہے۔ مولانا حکیم اللہ رشیدی ساہیوال مجلس کے امیر بھی ہیں۔ ان کی خواہش پر یہ کورس رکھا گیا۔

جامعہ علوم شرعیہ: حضرت مولانا مفتی مقبول احمدؒ، حضرت علامہ غلام رسولؒ نے جامعہ کی بنیاد ۱۹۸۳ء میں رکھی جبکہ مولانا عبدالمجید انورؒ پہلے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ علامہ غلام رسولؒ نے ۱۹۸۷ء میں انتقال فرمایا۔ اس وقت جامعہ کا اہتمام مولانا طارق مسعود زید مجدہ سنبھال رہے ہیں، جو مولانا شجاع آبادی کے خیر المدارس ملتان کے زمانہ کے ساتھی ہیں۔ ان کے جواں سال فرزند ارجمند مولانا

محمد نافع سلمہ ناظم الامور ہیں۔ ۱۷ر نومبر ظہر کی نماز کے بعد مولانا شجاع آبادی کا طلباء و اساتذہ میں مختصر بیان ہوا۔

۱۷ر نومبر بعد نماز مغرب تا نماز عشاء ''اوصاف نبوت اور مرزا قادیانی'' نیز ''مرزا قادیانی کے کذبات'' پر مولانا شجاع آبادی کا بیان ہوا۔ مولانا سے پہلے ضلع ساہیوال کے مبلغ راقم عبدالحکیم نعمانی نے ''امام مہدی علیہ الرضوان کی علامات'' اور ''مرزا قادیانی کا دعویٰ مہدویت'' کے عنوان پر فاضلانہ خطاب کیا۔ رات کا قیام جامعہ محمدیہ چک نمبر ۸۵ مولانا قاری عبدالجبار مدظلہ کے ہاں رہا۔ جامعہ رشیدیہ میں آج کی نشست کے مہمان خصوصی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی حفظہ اللہ تھے۔

۱۸ر نومبر صبح کی نماز کے بعد مولانا شجاع آبادی نے چک ۸۵ کی جامع مسجد میں ''عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور مسلمانان پاکستان کی ذمہ داری'' کے عنوان پر درس دیا۔ بعد نماز ظہر جامعۃ النفیس میں مولانا نے طلباء اور اساتذہ کرام سے ''تحریک ختم نبوت کے تقاضے اور علماء کرام کی ذمہ داری'' کے عنوان پر خطاب کیا۔

۱۸ر نومبر بعد نماز مغرب تا نماز عشاء جامعہ رشیدیہ میں ختم نبوت کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی، جس میں جامعہ کے مہتمم مولانا حکیم اللہ رشیدی سلمہ نے خصوصی شرکت کی۔ آج کی نشست کا عنوان ''حیات اور رفع و نزول مسیح علیہ السلام'' تھا۔

مولانا شجاع آبادی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی علامات، رفع کی کیفیت، نزول کی کیفیت اور نزول کے بعد کارہائے نمایاں، جو آپ سرانجام دیں گے اور مرزا قادیانی کا تقابل پیش کیا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست بھی منعقد ہوئی۔

رات کا قیام معروف چلڈرن اسپیشلسٹ ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ کے ہاں رہا۔ موصوف نے رات کے کھانے میں شہر کے کچھ علماء کرام کو بھی دعوت دی ہوئی تھی۔

۱۹ر نومبر صبح دس بجے مولانا شجاع آبادی کی رفاقت میں مدرسہ عربیہ فاروقیہ عارف والا پہنچے۔ جامعہ کے مہتمم مولانا عبدالوہاب سے ملاقات کی جبکہ ظہر کی نماز دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولنگر میں ادا کی۔ بہاولنگر پہنچنے پر بہاولنگر کے مبلغ مولانا محمد قاسم رحمانی نے مبلغین کا خیر مقدم کیا۔

مدینہ مسجد (ڈگی والی) بہاولنگر: بہاولنگر میں ختم نبوت کے عنوان پر تقریب منعقد ہوئی، جس کی صدارت سید تحسین الاحد مقامی امیر نے کی جبکہ مہمان خصوصی راقم عبدالحکیم نعمانی تھے۔ تقریب سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔

چناب نگر میں خطبہ جمعہ: خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت اقدس میاں مسعود احمد دین پوری دامت برکاتہم نے تقریباً چار روز تک جامعہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں قیام فرمایا۔ آپ کے حکم پر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اپنا پروگرام مختصر کر کے چناب نگر تشریف لے آئے، جہاں آپ نے جمعۃ المبارک کے اجتماع سے ''تحریک ختم نبوت میں خانقاہوں کا کردار'' کے عنوان پر خطاب کیا۔ آپ نے بتلایا کہ تحریک ختم نبوت کے اولین راہنماؤں میں جہاں علماء کرام اور مناظرین اسلام نظر آتے ہیں وہاں مشائخ خانقاہیں بھی پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے کہا کہ علماء دیوبند کے پیر و مرشد قطب الارشاد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے ایک کشف صحیح کی بنیاد پر اپنے ایک خلیفہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو قادیانی فتنہ کے مقابلہ کا حکم فرمایا۔ آپ نے ''شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح'' تحریر فرمائی۔ قادیانیوں نے ''شمس بازغہ'' کے نام سے جواب دیا۔ آپ نے ''سیف چشتیائی'' نام سے جواب دیا، جس کا قادیانی آج تک جواب نہیں دے سکے۔ حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ سجادہ نشین خانقاہ مونگیر شریف نے مرزا کے مقابلہ میں ایک کم سو کتابیں شائع کیں اور مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ حضرت گنگوہیؒ کو مرزا نے شدید ترین دشنام طرازی سے نوازا۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی تمام خانقاہیں دین پور شریف، امروٹ شریف، بیر شریف، شیر انوالہ گیٹ لاہور، ہانچی شریف، بھلی شریف، خانقاہ سراجیہ، مسکین پور شریف، موسیٰ زئی شریف غرضیکہ ملک بھر کی تمام خانقاہوں کی دعائیں تحریک کی پشت پر تھیں۔ انہوں نے کہا کہ دین پور شریف کے بانی حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ مشرقی پنجاب کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ اتفاق سے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی اسی علاقہ کے دورہ پر تھے۔ شاہ جیؒ حضرت دین پوریؒ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ قادیان تشریف لے چلیں۔ حضرت دین پوریؒ نے دریافت فرمایا: کیوں؟ شاہ جیؒ نے کہا کہ میں ان عقل کے اندھوں کو بتلاؤں گا کہ تم نے غلام احمد کو دیکھا ہے، غلام محمد کو بھی دیکھو۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر بہت سے قادیانی اسلام قبول کر لیں گے۔

مولانا شجاع آبادی نے حضرت میاں صاحب کو جامعہ ختم نبوت چناب نگر تشریف آوری پر خوش آمدید کہا۔ حضرت چار روز مدرسہ میں رہے۔ مدرسہ کی فضا خانقاہ دین پور شریف کا منظر پیش کر رہی تھی۔ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر حضرت دین پور شریف رحیم یار خان کے لئے عازم سفر ہو گئے۔ مولانا شجاع آبادی نے رات جامعہ ختم نبوت میں گزاری، اگلے دن ظہر کی نماز پڑھ کر فیصل آباد روانہ ہو گئے۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں: عصر کی نماز جامعہ عبیدیہ فیصل آباد میں ادا کی۔ جہاں پیر طریقت شیخ الحدیث حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ مولانا شجاع آبادی نے حضرت والا سے استفسار کیا کہ پچھلے دنوں مانسہرہ کے علاقہ میں ایک بزرگ حضرت مولانا عبدالحی نقشبندی کا انتقال ہوا، یہ بزرگ کون تھے؟ حضرت جی نے فرمایا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے دو بڑے خلفاء تھے۔ ایک حضرت خواجہ محمد معصومؒ جو حضرت کے جانشین بنے۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی خانقاہ درحقیقت موسیٰ زئی شریف کی خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ کی ہی شاخ ہے، موسیٰ زئی والے حضرت خواجہ سراج الدینؒ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے سلسلہ سے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے دوسرے بڑے خلیفہ حضرت سید آدم بنوریؒ تھے، ان کے سلسلہ سے حضرت مولانا عبدالحیؒ نقشبندیؒ تھے، جو حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کے شیخ بھی تھے۔

سیدوالا میں ختم نبوت کورس

سید والا (مولانا محمد خالد عابد) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیدوالا کے زیر اہتمام ۲۲ تا ۲۴ رنومبر کو لال مسجد میں تین روزہ کورس منعقد ہوا۔ جس میں استاذ المبلغین حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور راقم نے خطاب کیا۔ کورس کا دورانیہ مغرب سے عشاء تک تھا۔ عشاء کی نماز آدھا گھنٹہ تاخیر سے ادا کی جاتی رہی۔

۲۲ رنومبر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت قرآن پاک، احادیث نبویہ اور اجماع امت کی روشنی میں بیان کی اور اجرائے نبوت کے سلسلہ میں قادیانیوں کا موقف اور اس کا ابطال پیش کیا، جبکہ راقم نے قادیانیوں کے عقائد کا پوسٹ مارٹم کیا۔

۲۳ رنومبر کو استاذ العلماء مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ۱۳ عدد اوصاف نبوت بیان کئے اور قادیانیوں کو چیلنج دیا کہ وہ ان اوصاف میں سے مرزا قادیانی میں ایک وصف بھی پیش نہیں کر سکتے، جبکہ راقم نے قادیانیوں کا امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق موقف اور اس کا توڑ پیش کیا۔

۲۴ رنومبر کو مغرب کے بعد راقم نے تین دن میں پڑھائے جانے والے ختم نبوت کورس کا خلاصہ پیش کیا اور استاذیم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے حیات اور رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام از قرآن پاک، احادیث نبویہ، اقوال مرزا قادیانی پر لیکچر دیا۔ لیکچر کے آخر میں مرزا قادیانی کا ان اوصاف سے تقابل میں بتلایا کہ ان اوصاف میں سے ایک علامت بھی مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔

۲۳ رنومبر کو ۲۲ چک میں ظہر کی نماز کے بعد دونوں کا خطاب ہوا، جس کا اہتمام مولانا قاری حیدری نے کیا۔

۲۴ رنومبر کو مبلغین ختم نبوت چک نمبر ۱۰ اخشی والا میں تشریف لے گئے اور بیان کیا۔ الحمدللہ! تین روزہ کورس کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ کورس کا انتظام مقامی یونٹ کے راہنماؤں ڈاکٹر خالد محمود، محمد افضل حقانی، ظہیر احمد، صادق اور شیخ وقار احمد نے کیا۔☆

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کا دورۂ کنری

کنری (مولانا مختار احمد مبلغ کنری) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم ۱۲ رنومبر بروز جمعرات شام کنری تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ مولانا محمد راشد مدنی مبلغ ضلع رحیم یار خان، میرپور خاص سے مولانا محمد علی صدیقی، کراچی سے مولانا قاضی احسان احمد بھی تشریف لائے۔ ضیافت کا انتظام حافظ محمد ذیشان ارائیں نے کیا اور پھر ایک اہم اجلاس ہوا جس میں کنری جماعت کے تمام اراکین شریک ہوئے۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے دفتر ختم نبوت کنری کی تجدید اور بخاری مسجد کنری کی توسیع کی اجازت عطا کی۔ مقامی ساتھیوں کی باہم مشاورت کے ساتھ کنری جماعت کے ناظم حاجی محمد ناصر جو کافی عرصہ سے علیل ہیں، حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے ان کی عیادت کی اور مکمل صحتیابی کے لئے دعا بھی فرمائی۔

جمعہ کے بیانات: حضرت ناظم اعلیٰ صاحب نے بخاری مسجد کنری میں خطاب فرمایا۔ آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم امتی ہیں اس کی دستار ختم نبوت کے تحفظ کا کام کرو۔ جتنا زیادہ کام کرو گے اتنے ہی زیادہ شفاعت کے حقدار بنو گے۔ آپ نے مزید کہا کہ مسلمان اگر قادیانیت کا مکمل بائیکاٹ کریں تو قادیانیت اپنے آپ ختم ہو جائے گی۔ مولانا قاضی احسان احمد نے جامعہ محمدیہ میں جمعہ پڑھایا۔ مولانا محمد علی صدیقی صاحب نے مکہ مسجد میں اور راقم نے رحمانیہ مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ بعد نماز جمعہ یہ قافلہ ملتان کے لئے روانہ ہوا۔

اپیل

فتنۂ قادیانیت کی سنگینیوں سے آگاہی کے لئے بین الاقوامی ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کا مطالعہ کیجئے۔ ہفت روزہ کے خریدار بنئے اور بنایئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا نام بھی محافظین ختم نبوت میں شمار ہوگا۔

(ادارہ)

میرے والد گرامی!

مولانا عبدالسلام قریشی، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد

آپ کا نام نامی حاجی ولی محمد بن غلام حسین ہے۔ آپ حقیقتاً اسم با مسمّٰی تھے۔ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان کے مشہور مقام مہندر گڑھ کی ایک ریاست 'پٹیالہ" میں پیدا ہوئے۔ دیندار گھرانہ کے چشم و چراغ ہونے کی بنا پر فطری طور پر ہی اوصاف حسنہ و اخلاق حمیدہ کے حامل اور عادات رذیلہ سے کنارہ کش رہتے تھے۔

زمانہ طفولیت سے ہی سعادت مندی کی بشارتیں آپ پر واضح ہو چکی تھیں، باوجود اس کے آپ نے تمام عمر محنت و مجاہدہ کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ بالخصوص کسب حلال کے لئے شب و روز انتھک کاوشیں کیں اور ہمیشہ لقمہ حلال سے ہی شکم سیر کیا، ممنوعات شرعیہ سے از حد اجتناب فرماتے اور یہی تعلیم و تربیت فرزندان کو دیتے رہے۔ سادگی، تواضع، انکساری، راست گوئی، حق پرستی آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت فرما کر تشریف لائے، کچھ عرصہ صوبہ پنجاب کے علاقہ بہاولنگر میں قیام کیا، پھر صوبہ سندھ کے علاقہ حیدرآباد منتقل ہوئے اور بقیہ ساری زندگی یہیں بسر کی۔ بچپن ہی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند رہے، اذکار و اشغال کا طبعی طور پر ایسا شوق و جذبہ تھا کہ بزرگان دین کی مجالس میں شرکت فرماتے اور جس بزرگ سے جو دعا یا ذکر سن لیتے اُسے یاد کرنے کی دھن سوار ہو جاتی، پھر نہ صرف یاد کرتے بلکہ زندگی بھر کا معمول بنالیتے۔

غالباً ۱۹۷۹ء میں تبلیغی جماعت سے وابستگی ہوئی اور جماعت کے معمولات میں شرکت کرنے لگے۔ دعوت و تبلیغ کے کام میں آپ کو ایسا انہماک تھا کہ ملاقات کے لئے آنے والے کو دین کی دعوت دیتے، اس کے بغیر چین نہ پاتے۔ آپ کا یہ اضطراب اللہ جل شانہ کو ایسا پسند ہوا کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو دیر اور دور کے لئے قبول فرمالیا اور کثرت سے اندرون و بیرون کے اسفار ہوئے، سالانہ چلہ، ماہانہ سہ روزہ، ہر ماہ تبلیغی مرکز کے لئے عشرہ، عصر تا عشاء مسجد کے لئے وقت، اس کے علاوہ آئے دن جماعتوں کی نصرت ایک عرصہ طویل تک آپ کی زندگی کا معمول رہا۔

اس کثرت مجاہدہ و مصروفیت کی وجہ سے آپ گھر کو بہت کم وقت دے پاتے اور اکثر اوقات و ایام انہی تبلیغی مصروفیات و اسفار میں گزرتے۔ بظاہر تو گھٹنوں کے عارضہ کی وجہ سے آپ صاحب فراش رہے لیکن درحقیقت اللہ جل شانہ نے آپ کو صرف اپنی یاد کے لئے گوشہ نشین کر دیا تھا اور پھر شب و روز آپ کا مشغلہ یادِ حق ہی رہتا، کبھی کبھی بے چین ہو کر حسرت و ملال کے ساتھ اظہار فرماتے کہ میں تبلیغ میں نہیں جا سکتا اور اسفار کا وہ معمول بھی اب ختم ہو گیا تو میں تسلی کے لئے عرض کرتا کہ آپ نے بہت اسفار کر لئے، اب اللہ جل شانہ نے آپ کو صرف اپنی یاد کے لئے گوشہ نشین کر دیا ہے۔

اس گوشہ نشینی میں بھی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ یوں چلتا رہا کہ ہر ایک ملنے ملانے والوں کو دعوت دیتے اور آخرت کی فکر پیدا کرتے، فرزندان کو بار ہا اس مبارک محنت سے وابستہ ہونے کی تلقین فرماتے، اس کے علاوہ مسجد میر کرم الٰہی کی تبلیغی جماعت کی بھی بحیثیت امیر سرپرستی فرماتے رہے، آنے والی جماعتوں کو اپنے گھر ہی مدعو کر لیا کرتے تھے اور اُن سے عذر خواہی کرتے کہ بھائی میں معذوری کی وجہ سے نہیں آ سکتا، اس لئے آپ حضرات کو یہاں زحمت دی ہے، آپ اللہ کے راستے کے مہمان بہت اونچی محنت میں لگے ہوئے ہو، ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ خود بھی دعاؤں سے نوازتے، عامۃ الخلق اور رشتہ داروں کے ساتھ آپ کا مشفقانہ رویہ اس طرح تھا کہ جو صاحب بھی اپنا دکھ درد آپ سے بیان کر جائے تو خود اس کی تکلیف شدت سے محسوس کرتے اور اس قدر فکر فرماتے کہ مبتلا بہ شخص کا غم خود آپ کا غم بن جاتا، بالخصوص صلہ رحمی کا بہت خیال فرماتے اور اعزہ و اقرباء کو بھی صلہ رحمی، ملنساری کی خوب تلقین فرماتے۔ جہاں دو فریق کی ناراضگی کا علم ہوتا ان کی صلح کرانا آپ کا مشن بن جاتا۔ طبعی طور پر جس کام کی فکر سوار ہو جاتی جب تک پایہ تکمیل کو نہ پہنچاتے چین نہ ملتا۔ ایسے ہی ناراض فریقین میں جب تک صلح نہ کرا لیتے سکون نہ ملتا۔ کئی خاندان ناراضگی کے بعد آپ کی لائق تحسین محنت سے آج آباد ہیں جو بالیقین آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

تعلق مع اللہ کا یہ عالم تھا کہ معذوری و مرض میں بھی تہجد و دیگر نوافل کا اہتمام رہتا اور شب و روز اذکار و اشغال کے معمولات کا اہتمام رہتا۔ تہجد سے اشراق تک مصلّٰی پر تشریف رکھتے اور محبت الٰہیہ میں سرشار ہو کر ترنم لہجہ سے محبت بھرے کلمات یادِ حق میں پڑھتے رہتے۔ تنہائی کے اس عالم میں ایک وہ ہوتے اور ان کے ساتھ ان کا بہترین انیس و جلیس ذکر اللہ ہوتا، یوں ذکر اللہ سے اپنا دل بہلاتے رہتے، ذکر اللہ کی تسبیح پڑھنا گویا ان کا جزو لازم بن گیا تھا، چنانچہ مرض الوفات میں بھی اس سے غفلت نہ رہی۔ مرض الوفات میں جب آپ کو دماغ پر فالج کا دوہرا حملہ ہوا جس سے ایک آنکھ اور زبان متاثر ہوگئی جس کی وجہ سے بات نہیں کر سکتے تھے ایسے حال میں بھی تسبیح پڑھنے والی انگلیاں حرکت کرتی رہتیں اور نیم بیہوشی کی کیفیت میں بھی آپ دائیں ہاتھ سے بستر ٹٹولتے گویا کچھ تلاش کر رہے ہوں، جب آپ کے ہاتھ میں تسبیح دی جاتی تو اسی طرح انگلیاں چلاتے اور دانے کھینچتے، تیمار دار بھی اس کیفیت کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ مسلسل ۱۵ سے ۲۰ روز کی سخت علالت کے بعد بالآخر (۱۱ر نومبر ۲۰۱۵ء بروز بدھ) کا وہ دن بھی آ پہنچا جب آپ پیغام وصل قبول فرما کر اپنے محبین و متعلقین کو داغ فراق دیتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مرحوم کی نماز جنازہ بعد نماز عشاء بروز بدھ ہوم اسٹیٹ ہال میں ادا کی گئی۔

بروز جمعرات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، رحیم یار خان کے مبلغ مفتی محمد راشد مدنی، مولانا توصیف احمد، مولانا محمد علی صدیقی، مفتی حفیظ الرحمٰن ٹنڈو آدم، حاجی زمان خان، مولانا ڈاکٹر سیف الرحمٰن و دیگر حضرات نے راقم سے دلی تعزیت کی اور مرحوم کے بلندی درجات کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں۔

☆☆..................☆☆

مرزائیت اور عدالتی فیصلے!

قسط:۴

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشگوئیاں:

مرزا قادیانی کی جھوٹی پیشگوئیوں کا جائزہ لینے سے قبل پیشگوئیوں سے متعلق مرزا کے چند اہم اور ضروری مقولے ملاحظہ فرمائیے، جن سے مقصود یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی اپنی پیشگوئیوں کو اپنی ذات اور دعاوی کی صداقت کی جانچ کے لئے معیار قرار دیتا تھا نہ کہ اپنے دعاوی کو۔ لہٰذا جب بھی مرزا کی صداقت کی جانچ کرنی ہو تو اس کی پیشگوئیوں پر بحث ہوگی نہ کہ اجرائے نبوت یا حیات و وفات مسیح وغیرہ دعاوی پر۔

۱:... ''بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محکِ امتحان (کسوٹی و معیار) نہیں ہوسکتا۔''

(آئینہ کمالات اسلام، خزائن:۲۸۸، ج:۵)

۲:... ''سو عزیز یقیناً سمجھو کہ صادق کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے خداتعالیٰ کے قدیم قانون میں ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ آسمانی نشانوں سے ایسا ثابت کردیوے کہ خداتعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔'' (شہادۃ القرآن، خزائن:۳۶۹، ج:۶)

۳:... ''پیشگوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو۔''

(شہادت القرآن، خزائن:۳۷۵، ج:۶)

۴:... ''ھذا النباء معیارا لصدقی او کذبی، ومن ایں (پیشگوئی) را برائے صدق خود یا کذب خود معیاری گردانم۔''

(انجام آتھم، خزائن:۲۲۳، ج:۱۱)

۵:... ''اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں تو مجھے اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر.....''

(مجموعہ اشتہارات، ص:۱۱۶، ج:۳)

۶:... ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔'' (تذکرہ:۳۷۸)

پیشگوئی نمبر۱:

قرآن پاک پر ایمان رکھنے والا ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو موت کی خبر نہیں کہ وہ کب اور کہاں مرے گا، ہاں اگر کوئی مامور من اللہ ہو اور اللہ جل شانہ خود اس کو یہ علم دے تو وہ غلط نہیں ہوسکتا۔ مرزا قادیانی نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی موت سے متعلق صریح پیشگوئی کی تھی:

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں!!''

(البشریٰ:۱۵۵، تذکرہ:۵۹۱)

مگر معاملہ برعکس ہوا۔ قادیانیوں کو بھی یہ اعتراف ہے کہ مرزا قادیانی لاہور میں خود اپنی دعا کی پاداش میں بمرض ہیضہ مرا اور دجال کے گدھے ریل پر چڑھا کر قادیان لایا گیا اور وہیں دفن ہے، مکہ اور مدینہ (زادھما اللہ عظما وشرفاً) اسے کبھی دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ معلوم ہوا یہ پیشگوئی خدا کی طرف سے نہیں تھی، اس لئے مرزا قادیانی نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔

پیشگوئی نمبر۲:

مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کی دلیل میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ پیشگوئی کی کہ احمد بیگ کا داماد ۲۱؍اگست ۱۸۹۴ء تک ضرور مرجائے گا اور یہ تاریخ ہرگز نہیں ٹل سکتی۔ چنانچہ اپنے کامیاب رقیب مرزا سلطان محمد کے متعلق لکھتا ہے:

''مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی، جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱؍ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے، یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں، کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں.... خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔'' (شہادۃ القرآن، خزائن:۳۷۵، ج:۶)

قارئین کرام! اس زوردار عبارت کو پڑھ کر آپ کو حیرت ہوگی کہ معاملہ سیدھے اس کے برعکس نکلا، مرزا سلطان محمد پیشگوئی کی میعاد گزرنے کے تقریباً چالیس سال بعد تک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے زندہ رہے اور مرزا کی آسمانی منکوحہ پر قابض رہے مگر مرزائیوں کی آنکھ پھر بھی نہیں کھلتی۔ فیا للعجب۔

پیشگوئی نمبر۳:

عبداللہ آتھم نامی ایک پادری سے مرزا کا مناظرہ ہوا، جب مرزا کی ایک نہ چلی اور ہارنے لگا تو اس کی موت کی پیشگوئی کرکے پیچھا چھڑانا چاہا مگر یہ پیشگوئی میدان مناظرہ سے بھی بڑھ کر رسواکن ثابت ہوئی۔ اس بات کا اعتراف خود بشیر الدین محمود مرزا قادیانی کے بیٹے کو بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے مرزا کی

صاف وصریح پیشگوئی:

''میں اس وقت یہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصے میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیاہ کیا جاوے... اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔'' (اہل اسلام اور عیسائیوں میں مباحثہ خزائن:۲۹۳، ج:۶)

''بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیشگوئی جس کی میعاد ۵؍جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک ہے۔'' (شہادۃ القرآن خزائن:۳۷۵، ج:۶)

یہ دونوں عبارتیں اپنے معنی اور مفہوم میں کسی تشریح کی محتاج نہیں، ۱۵ مہینے، ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء کو پورے ہوتے ہیں مگر ہوا یہ کہ اس میعاد میں عبداللہ آتھم نہ مرا، عیسائیوں نے عبداللہ آتھم کو ہاتھی پر بیٹھا کر عظیم الشان فتح کا جلوس نکالا، مرزا کا پتلا بنا کر گلے میں رسا ڈالا پھر اسے مصنوعی پھانسی دی، اللہ تعالیٰ نے مرزا کو خوب ذلیل ورسوا کیا۔

اب ملاحظہ فرمایئے مرزا قادیانی کی ذلت و رسوائی پر خود اس کے بیٹے مصلح موعود بشیر الدین محمود کی شہادت! جب بشیر الدین پر اعتراض ہوا کہ تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو اس نے جواب دیا:

''آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں، میں اس وقت چھوٹا سا بچہ تھا اور میری عمر کوئی ساڑھے پانچ برس کی تھی مگر وہ نظارہ مجھے خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اضطراب کے ساتھ دعائیں کی گئیں میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت نہیں دیکھا، حضرت مسیح موعود ایک طرف دعا میں مشغول تھے یعنی انہوں نے اتنی تضرع کے ساتھ دعائیں مانگیں پھر بھی وہ قبولیت کا رتبہ حاصل نہ کرسکیں اور آتھم وقت پر نہیں مرا تو میرے اوپر کیا اعتراض؟'' (اخبار الفضل، ۲۰؍جولائی ۱۹۴۰ء)

معلوم ہوا کہ یہ پیشگوئی کذب مرزا کی ایسی دلیل ہے جس میں مرزائیوں کی کوئی بھی تاویل قبول نہیں، ان کا خلیفہ یہ اقرار کرتا ہے، مرزا قادیانی کی لاکھ بددعاؤں کے باوجود پادری عبداللہ آتھم وقت پر نہیں مرا۔ مزید یہ کہ مرزا اپنے الہام ''اجیب کل دعائک الا فی شرکائک'' (تذکرہ، ص:۲۶) میں بھی جھوٹا نکلا۔

پیشگوئی نمبر۴:

۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں بذریعہ اشتہار مرزا قادیانی نے ایک پیشگوئی کی۔ مرزا قادیانی نے اس میں لکھا ہے:

''پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ: خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس (اشتہار) کے بعد پائے گا، تیری نسل بہت ہوگی۔''

(مجموعہ اشتہارات ص:۱۰۲، ج:۱، تذکرہ:۱۴۰)

''اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پاچکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔''

(مکتوب ۸؍جون ۱۸۸۶ء، ج:۱، تذکرہ:۱۴۰)

اسی طرح ماہ ستمبر میں شائع ہونے والا اشتہار ''محک اخیار واشرار'' میں لکھا ہے:

''اور ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ: اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔''

(مجموعہ اشتہارات، ص:۱۳۰، ج:۱)

خواتین، لفظ خاتون کی جمع ہے، ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوا کہ کم از کم تین عورتیں تو مرزا کے نکاح میں ۱۸۸۶ء کے بعد آنی ہی تھیں مگر خدا کی قدرت کہ قادیانیت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ مرزا قادیانی کے نکاح میں ۱۸۸۶ء کے بعد خواتین مبارکہ تو دور کی بات کوئی ایک خاتون بھی نہ آئی اور مرزا خود اپنے اس فتویٰ کا مصداق ٹھہرا:

''ایسا آدمی جو ہر روز خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور آپ ہی ایک بات تراشتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ یہ خدا کی وحی (الہام وبشارت) ہے جو مجھ کو ہوئی ہے، ایسا بدذات انسان تو کتوں، سوروں اور بندروں سے بدتر ہوتا ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص:۲۹۲، ج:۲۱)

مرزائی عذر:

بعض خواتین سے مراد محمدی بیگم ہے اور وہ نکاح مشروط تھا، جب ان لوگوں نے توبہ اور رجوع کے خطوط لکھے تو نکاح ٹل گیا۔

جوابات:

ا:... مرزائیوں کی یہ عذر تراشی ''عذر گناہ بدتر از گناہ'' کے قبیل سے ہے کیونکہ مرزا سے کہیں بھی یہ عذر منقول نہیں پھر مرزائیوں کو اس عذر تراشی کا کیا حق پہنچتا ہے؟ مرزائی مرزا قادیانی کے وکیل ہیں، انہیں اپنی جانب سے حذف واضافے کا کوئی اختیار نہیں۔

۲:... یہ کہ پیشگوئی ۱۸۸۶ء میں کی گئی ہے اور محمدی بیگم والی پیشگوئی ۱۸۸۸ء کی ہے، ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کے وقت مرزا کے خواب وخیال میں بھی محمدی بیگم نہ تھی، لہٰذا اس کو محمدی بیگم والی پیشگوئی سے جوڑنا فریب ہے۔

۳:... اگر بفرض محال محمدی بیگم والی پیشگوئی سے اس کو جوڑ بھی دیا جائے تو بھی مرزا جھوٹ سے بری نہیں ہوجاتا بلکہ یہ تو اس کے جھوٹا ہونے کے لئے اور ثبوت مہیا ہوجاتا ہے، کیونکہ جناب الٰہی میں جب یہ بات بغیر کسی شرط کے قرار پاچکی تھی تو پھر پوری کیوں نہ ہوئی؟ محمدی بیگم نہ ملی نہ سہی، کوئی اور تو آتی؟ اور پھر اس منکوحہ کو تو صاحب اولاد بھی ہونے کی بشارت تھی پھر توبہ یا رجوع سے اس کے ٹلنے کا کیا مطلب؟ سچ ہے: ایسا بدذات مرزا تو کتوں اور سوروں اور بندروں سے الخ....

پیشگوئی نمبر۵:

۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء میں مرزا قادیانی نے اشتہار شائع کیا، اپنی بیوی کو حاملہ دیکھ کر اس اشتہار میں یہ پیشگوئی گھڑی کہ:

۱:... خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں (خدا نے کہا).... تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں، جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ وہ تیرے ساتھ ہوں... ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا... وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا، خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے، اس کے ساتھ فضل ہے... وہ بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا... علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا... وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس فقرہ کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ فرزند دلبند، گرامی ارجمند، مظہر الاول والآخر، مظہر الحق والعلاء کان اللّٰہ نزل من السماء... وہ جلد جلد بڑھے گا اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا... قومیں اس سے برکت پائیں گی۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، مندرجہ مجموعہ اشتہارات ص:۱۰۱ ج:۱)

۲:... "یہ تحقیق پہنچی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے، یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے، ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے، سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ: دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا، اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔" (مجموعہ اشتہارات ص:۱۱۶، ۱۷؍اپریل ۱۸۸۶ء مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ)

حوالہ نمبر ایک میں خود صاحب الہام اور خدا کی قدرت کا مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ جس زور وشور سے ایک لڑکے کی پیشگوئی کی گئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

نیز حوالہ نمبر۲ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس لڑکے کی پیدائش موجودہ حمل سے تجاوز نہ کرنے کی بات محض اجتہادی نہیں بلکہ الہامی تھی، مگر افسوس کہ اس حمل سے مرزا قادیانی کے گھر لڑکی مئی ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئی اور مرزا اپنی اس پیشگوئی میں جھوٹا ہی ثابت ہوا۔

مرزائی عذر:

عبارت میں جملہ "اس سے ظاہر ہے کہ ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں" سے ظاہر ہے کہ موجود حمل مراد نہ تھا۔

جواب:

عبارت "بالضرور اس کے قریب حمل میں"

ماہانہ تربیتی نشست حلقہ ملیر

ملیر.... (مولانا محمد اسحاق مصطفی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ملیر کے مرکز، جامع مسجد اقصیٰ شاہ لطیف ٹاؤن میں ۶؍صفر المظفر ۱۴۳۷ھ بروز جمعرات ماہانہ تربیتی نشست منعقد کی گئی، جس میں خصوصی بیان واعظ خوش الحان حضرت مولانا احسن راجہ الحسینی مدظلہ نے کیا۔ مولانا مدظلہ نے اپنے خصوصی انداز میں تربیت اولاد اور اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھرپور زور دیا۔ تربیتی نشست میں جامع مسجد اقصیٰ میں قائم مدرسہ تعلیم القرآن ختم نبوت کے سہ ماہی امتحان کے نتیجے کا اعلان بھی ہوا، جس میں درجہ حفظ اور ناظرہ میں کامیاب ہونے والے بچوں کو خصوصی انعامات سے نوازا گیا۔ الحمدللہ! مدرسہ میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد تقریباً دوسو سے متجاوز ہے، جس میں ایک کلاس حفظ کی اور تین کلاسیں درجہ ناظرہ میں پڑھنے والے بچوں کی ہیں، اس وقت مدرسہ سے درجہ حفظ مکمل کرنے والوں کی تعداد بیس سے متجاوز ہے۔ مولانا مدظلہ نے انعام حاصل کرنے والے بچوں اور ان کے والدین کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ یہ بچے ہمارے لئے سرمایہ ہیں، ہمیں ان کی قدر کرنی چاہئے۔ تربیتی نشست میں علماء کرام، اہلیان علاقہ اور ذمہ داران حضرات نے بھرپور شرکت کی جن میں مفتی مبشر ابراہیم، مولانا جنید، حافظ اسرار احمد، مولانا محمد ایوب شامل ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کو اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول فرمائے۔ آمین۔

سے دوسرا حمل تو لازمی طور پر مراد تھا، مگر بدقسمتی سے وہ بھی پورا نہ ہوا تو پھر اس عذر سے کیا حاصل؟ دوسرے حمل سے تو لڑکا پیدا ہونا چاہئے تھا جو نہ ہوا۔

۱۸۸۶ء میں تو پہلے حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تھی، ۱۸۸۷ء میں دوسرے حمل سے لڑکا پیدا ہوا بھی تو ۱۸۸۸ء میں خدا کے پاس جا پہنچا اور مرزا جی کو مزید جھوٹا ثابت کر گیا۔ الغرض اس عذر نے تو مرزا کے جھوٹا ہونے میں ایک نمبر کا اور اضافہ کر دیا۔

مزید سنو!

"۱۸۸۹ء میں بشیر الدین محمود پیدا ہوا، مرزا نے اس کو اس پیشگوئی کا مصداق ٹھہرایا۔"

(سراج منیر ص:۳۶، ج:۱۲)

مگر خود مرزا نے ہی ۱۸۹۹ء میں مبارک احمد کو پیشگوئی کا مصداق ٹھہرا کر مرزا محمود کو خود ہی مسترد کر دیا کہ وہ مصلح موعود والی پیشگوئی کا مصداق نہیں۔ چنانچہ مرزا نے لکھا ہے:

"میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے، اس کی نسبت پیشگوئی اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی.... سو خدا تعالیٰ نے میری تصدیق کے لئے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لئے.... اس پسر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۴ر جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴ر صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چارشنبہ پورا کر دیا۔"

(تریاق القلوب، خزائن:۲۲، ج:۱۵)

اس عبارت سے یہ بات بھی پوری طرح واضح ہوگئی کہ مبارک احمد سے پہلے جو بھی لڑکے پیدا ہوئے تھے وہ قطعاً ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والی پیشگوئی کا مصداق نہیں تھے، پہلے بشیر اول کو مصداق گردانا گیا جو شخص نا سمجھی تھی، پھر بشیر الدین مراد لیا گیا وہ بھی مرزا کی نا سمجھی تھی، اب اس تحریر کے اعتبار سے پتہ چلا کہ صحیح مصداق مبارک احمد تھا اور بقول مرزا الہامی طور پر مبارک احمد نے اپنی پیدائش سے بلکہ پیٹ میں آنے سے بھی دو سال ساڑھے پانچ ماہ پہلے ہی اپنی آمد کا بتا دیا تھا، مگر شان کبریائی! کہ اللہ رب العزت نے مرزا میں تیسری بار بھی سمجھ نہ آنے دی اور مبارک احمد بھی اپنے باپ مرزا کو مہا جھوٹا ثابت کرنے کے لئے بعمر آٹھ سال سے کچھ زیادہ ہو کر ۱۹۰۷ء میں مر گیا اور اس کے بعد مرزا کے گھر کوئی لڑکا پیدا ہی نہ ہوا جسے مصلح موعود کا مصداق بنایا جائے۔ ۱۹۰۸ء میں مرزا خود بھی تمام رسوائیاں اپنی امت کے سر منڈھ کر چل بسا، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

صاف دل کو کثرت اقوال کی حاجت نہیں
ایک سطر کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

(جاری ہے)

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- دفاتر ختمِ نبوت، دارالتصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام
صدقاتِ جاریہ میں
شرکت کے لئے زکوٰۃ،
صدقات، فطرہ، عطیات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

نوٹ

مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تا کہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے۔

اپیل کنندگان

حضرت مولانا
ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ
خواجہ عزیز احمد مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
حافظ **ناصرالدین خاکوانی** مدظلہ
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا
عزیزالرحمن جالندھری مدظلہ
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 061-4583486, 061-4783486

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. **PK68ABPA0010010964680019**
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. **PK45ABPA0010010964710018**
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.